پہلے مرحلے " سے متعلق تھا۔۔ نقل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

مسلم پرچہ "سیاست" کا خراج تحسین

علامہ کے یہ الفاظ کہ۔ "جن قومی جماعتوں نے کشمیریوں کے ساتھ عملی ہمدردی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے ان میں کشمیر کمیٹی کا نام صف اول میں ہے۔" سے شاید کسی کو یہ خیال گزرے کہ کشمیر میں پندرہ بیس تنظیمیں کام کر رہی تھیں۔ سو واضح ہو کہ یہ صورت حال نہیں تھی۔ عملی کام کے لئے صرف دو جماعتیں میدان عمل میں اتریں۔ ایک کشمیر کمیٹی دوسری صدر کانگرس اور کانگرسی لیڈروں سے مشورہ کرنے کے بعد مجلس احرار۔ ہم گذشتہ سطور میں ان دونوں جماعتوں کی کارکردگی کا موازنہ کشمیری لیڈر شیخ محمد عبداللہ صاحب کی زبانی پیش کر چکے ہیں۔ یہاں ہم سید حبیب صاحب جو کشمیر کمیٹی کے ممبر بھی تھے اور مسلم اخبار "سیاست" کے ایڈیٹر بھی، کی رائے پیش کرتے ہیں۔ جس کا اظہار تحریک احمدیہ کی مخالفت کرتے ہوئے انہوں نے اپنی کتاب "تحریک قادیان" میں کیا۔ لکھتے ہیں:۔

"مظلومین کشمیر کی امداد کے لئے صرف دو جماعتیں پیدا ہوئیں۔ ایک کشمیر کمیٹی۔ دوسری احرار۔ تیسری جماعت نہ کسی نے بنائی نہ بن سکی۔ احرار پر مجھے اعتبار نہ تھا اور اب دنیا تسلیم کرتی ہے کہ کشمیر کے یتامیٰ۔ مظلومین اور بیواؤں کے نام سے روپیہ وصول کر کے احرار، شیر مادر کی طرح ہضم کر گئے۔ ان میں سے ایک لیڈر بھی ایسا نہیں جو بالواسطہ یا بلاواسطہ اس جرم کا مرتکب نہ ہوا ہو۔ کشمیر کمیٹی نے انہیں دعوت اتحاد عملی دی مگر اس شرط پر کہ کثرت رائے سے کام ہو اور حساب باقاعدہ رکھا جائے۔ انہوں نے دونوں اصولوں کو ماننے سے انکار کر دیا۔ لہذا میرے لئے سوائے ازیں چارہ نہ تھا کہ میں کشمیر کمیٹی کا ساتھ دیتا اور میں ببانگ دہل کہتا ہوں کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب صدر کشمیر کمیٹی نے تندہی۔ محنت۔ ہمت۔ جانفشانی اور بڑے جوش سے کام کیا اور اپنا روپیہ بھی خرچ کیا۔ اور اس کی وجہ سے میں ان کی عزت کرتا ہوں۔" ۳۹ ب

متعدد قائدین اور انجمنوں کی طرف سے اندرون کشمیر اور بیرون کشمیر حضور کی مخلصانہ جدوجہد کو زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا۔

علامہ اقبال کے عزائم

حضور کے استعفیٰ (مئی ۱۹۳۳ء) کے بعد علامہ اقبال ۷ کروڑ مسلمانان ہند کی نمائندگی کرتے ہوئے گویا اس دعویٰ کے ساتھ نئے مرحلہ میں داخل ہوئے تھے یا میدان عمل میں اترے تھے۔ کہ ہم چونکہ تعداد میں احمدیوں کی نسبت سینکڑوں گنا زیادہ ہیں اور وسیع اور لامحدود اختیارات اب ہمارے قبضہ میں آ چکے ہیں۔ ہم اسی نسبت سے کشمیر میں سینکڑوں گنا اصلاحات نافذ کرائیں گے۔ سینکڑوں گنا فنڈز جمع کر دکھائیں گے۔ سینکڑوں گنا وکلاء کے وفود کشمیری ماخوذین کے مقدمات کی پیروی کے لئے کشمیر بھجوائیں گے۔ انتشار پسند، مسلم اتحاد کو پارہ پارہ کرنے والی جماعت کو علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ اب مسلمان یگانگت، یک جہتی اور اتحاد عمل سے کام کریں گے۔ اب ہم حکومت ہند اور حکومت برطانیہ پر جو دباؤ ڈالیں گے وہ موجودہ دباؤ کی نسبت سینکڑوں گنا زیادہ ہو گا۔

علامہ اقبال کا استعفیٰ۔ اجلاس کی روئداد

مگر افسوس کہ اس میں سے کوئی بیل بھی منڈھے نہ چڑھ سکی۔ بقول پروفیسر علم الدین صاحب سالک (ممبر کمیٹی) "۔۔ نئی کشمیر کمیٹی (صدارت علامہ اقبال۔ ناقل) کام نہ چلا سکی۔ علامہ اقبال ایک اجلاس کے بعد ہی مستعفی ہو گئے اور کمیٹی کو بھی توڑ دیا" (تاریخ احمدیت جلد نمبر ۶ صفحہ ۴۲۶) اخبار "سیاست" کے ایڈیٹر سید حبیب صاحب (ممبر کمیٹی) نے اپنے اخبار میں علامہ کے استعفیٰ پر تبصرہ کرتے ہوئے جو کچھ لکھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

۱۔ اجلاس جس میں علامہ نے استعفیٰ دیا۔ ۱۸ جون ۳۳ کو ہوا۔ شملہ میں جس روز (۲۵ جولائی ۱۹۳۱ء) آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا بطور صدر کمیٹی انتخاب، علامہ اقبال ہی کی تحریک پر عمل میں آیا تھا۔ اور جن لوگوں نے ان کے عقائد کی وجہ سے ان کے انتخاب کو صحیح نہ سمجھا تھا۔ علامہ اقبال نے ان کے اندیشہ کی کمزوری پر پھبتی اڑائی تھی۔

۲۔ ممکن ہے حضرت علامہ کا یہ خیال صحیح ہو کہ کشمیر کمیٹی کے قادیانی ارکان تدبر و دانشمندی کی

تدابیر کی بجائے اپنے امام کی تائید کرتے ہیں لیکن جس اجلاس میں علامہ اقبال مستعفی ہوئے۔ اس میں کوئی ایسا مظاہرہ نہیں ہوا۔

۳۔ ایجنڈا کی اکثر و بیشتر شقیں اتفاق رائے سے منظور ہوئیں بہت سے معاملات میں مرزا صاحب اور علامہ کی آراء میں ہم آہنگی تھی آخر میں تجویز کیا گیا کہ ایک سیکرٹری ہوا کرے اور ایک اسسٹنٹ سیکرٹری۔ کثرت رائے یہ تھی کہ سیکرٹری دو ہوں اور دونوں سیکرٹری کہلائیں۔ کسی کو اسسٹنٹ کہہ کر ذلیل نہ کیا جائے۔ علامہ اقبال نے زور دیا کہ سیکرٹری اور اسسٹنٹ سیکرٹری کی تجویز منظور کی جائے۔ مرزا صاحب نے بھی اس موقع پر علامہ اقبال کی خاطر تجویز کیا کہ دو جائنٹ سیکرٹری رکھے جائیں دوسری طرف سے عرض کیا گیا کہ دلائل سن لئے جائیں۔ مناسب یہ تھا کہ علامہ اقبال دلائل سن کر مسئلہ کو ووٹ پر چھوڑ دیتے مگر انہوں نے ایسا نہ کیا اور کسی سے بات کئے بغیر اچانک یہ کہہ کر استعفیٰ دے دیا کہ بعض ارکان کی روش ایسی ہے کہ میں آئندہ آپ کا صدر نہیں بن سکتا۔ حالانکہ یہ زیر بحث ہی نہیں تھا کہ علامہ آئندہ صدر ہوں۔ (گویا احمدیوں کی طرف سے اپنے خلیفہ کی اطاعت کرنا اس دن کے جھگڑے کا موجب نہیں ہوا تھا۔ ناقل)

۴۔ علامہ کی یہ تجویز فتنہ کی بنیاد ہے کہ مسلمان، جلسہ عام کر کے (نئی) کشمیر کمیٹی اے بنالیں علامہ اقبال کے بغیر کمیٹی نے کام کیا۔ وہ اب بھی موجود ہے اور آئندہ بھی کام کرے گی۔

۵۔ حق یہ ہے کہ کشمیر کمیٹی کا کام علامہ اقبال اور برکت علی صاحب کے بس کا نہیں تھا۔ لہذا وہ بہانہ بنا کر بھاگ گئے ورنہ جس وقت وہ مستعفی ہوئے۔ اس وقت نہ کوئی جھگڑا ہوا۔ نہ تو تو میں میں ہوئی اور نہ کوئی اختلاف رائے ہی بہت زیادہ موجود تھا ("سیاست" ۲۴ر جون ۱۹۳۳ء)

آئینی جدوجہد کے شیریں ثمرات

علامہ اقبال کی اپیل (جون ۱۹۳۳ء) میں اس امر کا واضح اعتراف موجود ہے کہ جن مقاصد کی خاطر "آل انڈیا کشمیر کمیٹی" کا قیام عمل میں آیا تھا۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے کمیٹی نے نہایت قابل قدر خدمات (حضرت امام جماعت احمدیہ کے دور صدارت میں) انجام دیں۔ ان آئینی کاوشوں کے کیا ٹھوس نتائج نکلے؟ اس کی تفصیل جناب عبداللہ بٹ نے اپنی کتاب "پنجاب کی سیاسی تحریکیں" میں درج کی ہے۔ مصنف لکھتے ہیں:۔

"۔ آئینی جدوجہد کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی مخلصانہ مساعی کے نتیجہ میں اہالیان کشمیر کو جو جو حقوق ملے۔ ان کا مختصر ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔ کیونکہ یہ نعمت بڑی جدوجہد اور قربانیوں کے بعد حاصل ہوئی تھی ۳۰ ے

ہم یہاں اس مختصر ذکر کا بھی خلاصہ درج کرنے پر کفایت کرتے ہیں:۔

O **مذہبی آزادی:۔** گلینسی کمشن کی سفارشات کے نتیجہ میں ۔۔۔ اذان سے روکنے اور اسی طرح مذہب تبدیل کرنے پر لوگوں کو خوف زدہ کرنے کو جرم قرار دے دیا گیا۔

O **مقدس مقامات:۔** زیارت مدنی صاحب۔ میدان عید گاہ (سری نگر) خانقاہ شاہ (جموں) وغیرہ کا انتظام مسلمانوں کے سپرد کئے جانے کے احکام جاری کئے گئے۔

O **تعلیم کی ترقی:۔** عربی کے معلموں کی تعداد بڑھانے ۔۔ مڈل اور ہائی اسکولوں میں اضافہ کرنے ۔۔ مسلمان اساتذہ اور انسپکٹران اور ایک خاص مسلم انسپکٹر مقرر کرنے کی ہدایت جاری کر دی گئی۔

O **ملازمتیں:۔** ملازمتوں میں اقوام کی آبادی کے تناسب کے ملحوظ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

O **مالیہ اراضی:۔** احکام جاری کئے گئے کہ مالکانہ کی وصولی بند کر دی جائے۔ اس طرح جو زمینیں ریاست کی ملکیت میں ہیں۔ لیکن قبضہ کے حقوق عوام کو حاصل ہیں۔ ان سب کے مالکانہ حقوق قابض لوگوں کو دیئے جائیں۔ ۳ے

O **کاہ چرائی ٹیکس:۔** سات تحصیلوں میں کاہ چرائی ٹیکس معاف کر دیا گیا۔ دھاروں کا ٹیکس بھی معاف کر دیا گیا۔

O **پریس ایکٹ:۔** پریس ایکٹ کو برطانوی ہند کے قانون کے مطابق کر

دینے کا حکم دیا گیا۔ ۴۔

علامہ اقبال کے استعفیٰ کا جواز کیا ہے؟

"علامہ اقبال نے کشمیر کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ کیوں دیا؟ مصنف زندہ رود یہ تاثر دے رہے ہیں کہ احمدی، مسلمانوں کی کسی تنظیم کے ساتھ تعاون کرنے یا ان کے ماتحت کام کرنا ناپسند کرتے تھے (ص ۵۹۳) یہ صورت حال اقبال کے لئے ناقابل قبول تھی۔ لہٰذا انہوں نے کشمیر کمیٹی سے استعفیٰ دے دیا۔ (ص ۵۱۰)

راقم عرض کرتا ہے کہ حضرت امام جماعت احمدیہ قریباً دو سال تک صدر رہے۔ آپ نے اس عرصہ میں متعدد وکلاء کشمیر بھجوائے، مالی امداد فراہم کی ــــ وائسرائے، گورنروں اور دیگر کشمیری لیڈروں سے ملاقاتیں کیں ــــ ریاست اور کانگریس کی مخالفت کا سامنا کیا ــــ عملی میدان میں اس طویل جدوجہد کے دوران آپ کو تعاون یا عدم تعاون کے جو تجربات ہوئے۔ ان کی بنا پر اگر آپ یہ کہیں کہ اس مہم میں فلاں شخص یا گروہ کا رویہ مایوس کن تھا۔ تو بات سمجھ میں آتی ہے ــــ مگر علامہ اقبال تو میدان عمل میں اترے ہی نہیں۔ صرف ایک اجلاس کی صدارت کی۔ جس میں اکثریت غیر احمدیوں کی تھی۔ اکثر و بیشتر امور اتفاق رائے سے طے ہو گئے۔ دو ایک شقوں پر ذرا بحث ہوئی تو آپ نے جھٹ یہ فیصلہ صادر فرما دیا کہ مجھ پر واضح ہو گیا ہے کہ احمدی، مسلمانوں کی کسی بھی تنظیم کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ یہ صورت حال مجھے قبول نہیں اس لئے میں مستعفی ہوتا ہوں۔

۲۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ بقول مولانا غلام رسول مہر ۴۳ ممبران کمیٹی میں سے اکثریت امام جماعت احمدیہ کے ساتھ تھی اور اقلیت اقبال کے ساتھ۔ اس لئے مسلمانوں کی تنظیم کے ساتھ عدم تعاون کا الزام امام جماعت احمدیہ پر لگانا درست نہیں۔

کشمیر کمیٹی کو اندر سے توڑنا

مصنف لکھتے ہیں کہ اقبال نے محسوس کیا

"۔ احمدی حضرات بظاہر کشمیر کمیٹی کو قائم رکھتے ہوئے اسے اندر سے دو حصوں میں تقسیم کرنے کے درپے تھے۔ اے علامہ نے مشورہ دیا کہ ایک نئی کشمیر کمیٹی بنا لی جائے۔ چنانچہ نئی کمیٹی بنی اور اس میں احمدیوں کو شامل نہ کیا گیا۔

راقم عرض کرتا ہے۔ کشمیر کمیٹی کے روح رواں یا اصلی کام کرنے والے حضرات کے متعلق بے بنیاد غلط فہمیاں پھیلا کر کمیٹی کو اندر سے دو حصوں میں تقسیم کرنے کا منصوبہ تو کشمیر کمیٹی کے مخالفین نے تیار کیا تھا۔ علامہ اور آپ کے حلقہ کے چند ارکان بھی اس میں شریک ہو گئے۔ چنانچہ سر فضل حسین ایسے باأثر اور باخبر لیڈر ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔

"۔ اقبال اور دیگر مسلم لیڈر اپنی سیاسی اغراض کے حصول کی خاطر، مسلمانوں میں مذہبی فرقہ پرستی کو ہوا دے رہے ہیں۔ ۲۔

ایک دوسرے مکتوب میں سر فضل حسین انکشاف فرماتے ہیں۔

"۔ اقبال، مسلمانوں کے اتحاد اور یک جہتی کو اندر سے توڑنے کی کوشش کر رہے ہیں" ۲/A ہے

واضح رہے کہ مسلم مفاد اور مسلم اتحاد کے لئے مخلصانہ کاوشوں کی وجہ سے سر فضل حسین "اورنگ زیب" کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔ آپ فرقہ پرستی کو ہوا دینے والوں کے اقدامات سے بہت پریشان تھے۔ میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ کے والد ماجد جناب احمد یار خاں دولتانہ کا مکتوب بھی اس صورت حال کا عکاس ہے جو گذشتہ صفحات میں درج کیا جا چکا ہے۔

کیا احمدی کسی کی اطاعت کے پابند نہیں؟

علامہ کے اس بیان پر کہ احمدی اپنے امیر کے سوا کسی کی وفاداری کے پابند نہیں (صفحہ ۵۰۹) تبصرہ کرتے ہوئے صدر انجمن احمدیہ کے ایک ذمہ دار بزرگ حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے اخبار الفضل میں لکھا:۔

"۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب خود آل انڈیا مسلم کانفرنس کے صدر ہیں اور اس حیثیت میں انہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ جس باڈی کے وہ صدر ہیں۔ اس کے کام کو کامیاب بنانے کے لئے سب سے زیادہ مالی امداد حضرت امام جماعت احمدیہ نے دی ہے۔ یعنی ۱۹۳۰ء سے اس وقت (جون ۱۹۳۳) تک آپ اس مجلس کے لئے تین ہزار کے قریب روپیہ دے چکے ہیں۔ اگر احمدی، دوسروں کے ماتحت کام کرنا ناپسند کرتے تو اس قدر مالی امداد جو دوسرے مسلمانوں کی امداد کے غالباً برابر ہو گی وہ اس انجمن کو کیوں دیتے جس کے صدر سر محمد اقبال صاحب ہیں۔

مسلم لیگ کے رجسٹرات سے بھی یہ امر ثابت ہو سکتا ہے کہ اس کی امداد میں بڑا حصہ حضرت امام جماعت احمدیہ کا ہے۔ حالانکہ اس مجلس کے صدر بھی سوائے ان چند ایام کے جن میں چودھری ظفر اللہ خاں صاحب صدر ہوئے۔ ایسے احباب ہوتے رہے جو جماعت احمدیہ سے تعلق نہ رکھتے تھے۔ ۔ (بیان حضرت مفتی محمد صادق صاحب الفضل ۹ر جولائی ۳۳ء) ۴۳۔

راقم عرض کرتا ہے کہ مسلم پرچہ "سیاست" نے تعاون کے اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا تھا:۔

"امام جماعت احمدیہ نے سیاست میں اپنی جماعت کو عام مسلمانوں کے پہلو بہ پہلو چلانے میں جس اصول عمل کی ابتدا کر کے اس کو اپنی قیادت میں کامیاب بنایا ہے وہ ہر منصف مزاج مسلمان اور حق شناس انسان سے خراج تحسین وصول کر کے رہتا ہے (پرچہ ۲ر دسمبر ۱۹۳۰ء)

ایک اور مسلم پرچہ "انقلاب" ۱۹۲۷ء سے لے کر ۱۹۴۴ء تک کے دور پر یوں تبصرہ کرتا ہے:

"سائمن کمشن (۲۸-۱۹۲۷ء سے لے کر اب (۱۹۴۴ء) تک انہوں (یعنی حضرت امام جماعت احمدیہ) نے مسلمانوں کے سیاسی حقوق اور جداگانہ حیثیت کے قیام میں ملت اسلامیہ کے ساتھ جس کامل ہم آہنگی کا ثبوت دیا ہے۔ اس کی ہم دل سے قدر کرتے ہیں۔" (پرچہ ۹ر جون ۱۹۴۴ء۔ اداریہ)

ان حقائق کے ہوتے ہوئے کسی محقق کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ جماعت احمدیہ کے متعلق اس رائے پر اصرار کرے کہ "احمدیوں کے نزدیک کشمیر کمیٹی یا مسلمانوں کی کسی بھی تنظیم کی کوئی اہمیت نہیں تھی (زندہ رود صفحہ ۵۸۶)

باب نمبر ۱۳ فصل نمبر ۸

ممبروں کی اکثریت، مولانا مہر کا بیان

اب ہم پھر گذشتہ بیان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ مولانا غلام رسول مہر اعداد و شمار کی روشنی میں صورت حال کو یوں واضح کرتے ہیں:۔

"۔ چونکہ کشمیر کمیٹی کے عارضی صدر صاحب (علامہ اقبال۔ ناقل) مستعفی ہو چکے تھے اور عارضی سیکرٹری (ملک برکت علی۔ ناقل) نے استعفیٰ دیئے بغیر ہی اپنے فرائض و واجبات کو اور جماعتی آداب و قواعد کو پس پشت ڈال کر نئی کمیٹی میں سیکرٹری شپ کا عہدہ قبول کر لیا تھا۔ اس لئے "آل انڈیا کشمیر کمیٹی" عملاً معطل ہو گئی تھی ۔۔ کمیٹی کے جن ممبروں کے سامنے یہ واقعات پیش آئے تھے۔ انہوں نے اپنا اخلاقی فرض سمجھا کہ تمام واقعات و حالات کی اطلاع ممبروں کو دیں اور ان سے استصواب کریں کہ آیا پرانی کشمیر کمیٹی کو ان حالات میں باقی رکھا جائے یا توڑ دیا جائے چنانچہ چار ممبروں کے دستخط سے ایک گشتی مراسلہ مختلف ممبروں کی خدمت میں بھیجا گیا۔

کمیٹی کے کل ممبر ۶۳ تھے۔ ان میں سے گیارہ یا بارہ ممبروں نے غیر جانبدار رہنے کا اظہار فرمایا۔ بعض نے طرفین کے ساتھ یکساں ذاتی تعلقات کی بنا پر ..... بے تعلقی ہی مناسب سمجھی ..... باقی ۵۲ میں سے ۲۰ نے صاف اور واضح لفظوں میں افتراق انگیز واقعات کی مذمت کی۔ اختلاف پیدا کرنے والوں کی روش کو جماعتی آداب و قواعد کے منافی بتایا اور لکھا کہ کشمیر کمیٹی کا کام حسب سابق جاری رہنا چاہئے ۔۔ ان کے علاوہ بارہ ممبروں نے ۳ر ستمبر کے جلسے میں (زیر صدارت امام جماعت احمدیہ بمقام لاہور۔ ناقل) شریک ہو کر کمیٹی کے کام کو جاری رکھنے کی تائید کی ۔۔ اس طرح ۶۳ ممبروں میں سے گیارہ غیر جانبدار ممبروں کو علیحدہ کرنے کے بعد ۵۲ میں سے (۱۲ + ۲۰) ۳۲ ممبروں نے کمیٹی کے کام پر اعتماد کا اظہار کیا۔ باقی اصحاب میں سے کسی کی طرف سے کوئی جواب موصول نہ ہوا ۔۔ جو اصحاب (علامہ اقبال کی۔ ناقل) نئی کمیٹی میں شریک ہوئے۔ ان کی تعداد بہرحال دس سے کم ہے۔ پس جب ممبروں کی بہت بھاری اکثریت نے فیصلہ صادر کر دیا کہ کمیٹی کا کام جاری رہے اور انہوں نے ان بزرگوں کے خیالات سے

باب نمبر ۱۳ فصل نمبر ۹

نئی کشمیر کمیٹی

علامہ اقبال نے نئی کشمیر کمیٹی بنالی اور اس میں احمدیوں کو شامل نہ کیا گیا۔ ۲۵ر جولائی ۱۹۳۱ء کو "کشمیر کمیٹی" کا انتخاب تمام ہندوستان کے نمائندوں نے کیا تھا۔ مگر علامہ اقبال اور آپ کے چند رفقاء نے دہلی دروازہ لاہور کے باہر ایک معمولی جلسہ کر کے مسلمانوں میں فرقہ بندی کا سوال پیدا کر دیا یعنی کشمیر کمیٹی سے احمدیوں کو جنہیں علامہ مسلمان تصور کرتے تھے، نکال کر غیر احمدی مسلمانوں پر مشتمل ایک کمیٹی بنالی۔ مسلم پرچہ انقلاب نے فرقہ بندی کے اس سوال کو "بہت بڑا فتنہ" قرار دیتے ہوئے لکھا:۔

فرقہ بندی۔ بہت بڑا فتنہ ہے۔

"۔ واقعات یہ ہیں کہ بعض نہایت ہی افسوسناک اور بالکل بے جا غلط فہمیوں کی بنا پر آل انڈیا کشمیر کمیٹی میں اختلافات پیدا ہوا جسے چند خاص افراد نے اپنے چند خاص مقاصد کی خاطر استعمال کرنے کی انتہائی کوششیں کیں۔ جن اصحاب (یعنی علامہ اقبال اور آپ کے چند رفقاء ... ناقل) کو آل انڈیا کشمیر کمیٹی سے اختلاف پیدا ہوا تھا۔ ان کے نام پر لاہور میں ایک پبلک جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس کی حقیقت و حیثیت کی بحث میں پڑنے کا موقع نہیں۔ اس جلسے میں ایک نئی کمیٹی کی تاسیس کے لئے ایک جماعت بنا دی گئی۔ اس کے بعد کم از کم ہمیں معلوم نہ ہو سکا کہ جماعت مذکورہ کے تجویز کردہ ارکان میں کتنے اصحاب نے تعاون پر آمادگی ظاہر کی اور اس جماعت نے نئی کمیٹی کی تاسیس کے ضمن میں کیا کیا تدابیر اختیار کیں۔ البتہ چند روز کے بعد اعلان ہو گیا کہ نئی کمیٹی بن گئی ہے اور پرانی کمیٹی توڑ دی گئی ہے۔ (واضح رہے کہ پرانی کمیٹی میں چند احمدی اصحاب بھی تھے جبکہ نئی کمیٹی میں کسی احمدی ممبر کو شریک نہ کیا گیا۔ ناقل) حالانکہ لاہور شہر کا کوئی نہایت ہی معمولی پبلک جلسہ نہ اس بات کا حقدار تھا کہ نئی کمیٹی بنا کر اسے آل انڈیا کشمیر کمیٹی قرار دیتا اور نہ اس امر کا مجاز تھا کہ پہلی کشمیر کمیٹی توڑ دیتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا تھا کہ کسی بننے والی کمیٹی پر اظہار اعتماد کر دیا جاتا اور پرانی کمیٹی کی بے اعتمادی کی قرارداد منظور کر دی جاتی ــــ اس حالت میں یہ سمجھا جاتا کہ لاہور شہر کے ان چند سو مسلمانوں کو جو ایک خاص تاریخ کو دہلی دروازے کے باہر جمع ہوئے تھے۔ پرانی کمیٹی کے کام پر

اتفاق نہ کیا جنہوں نے لاہور میں (۲ر جولائی ۱۹۳۳ء) ایک پبلک جلسہ (دہلی دروازہ لاہور) زیر صدارت علامہ اقبال ۔ ناقل) منعقد کر کے نئی کمیٹی کی تاسیس کا بندوبست کیا تھا تو کمیٹی کے ممبروں کے لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ وہ کام کو جاری رکھتے اور نئے عہدیدار منتخب کر لیتے

لیکن چونکہ ۳ر ستمبر ۱۹۳۳ء کے جلسے میں شریک ہونے والے ممبروں کے پیش نظر اتحاد تھا اور وہ دل سے چاہتے تھے کہ اہل کشمیر کی امداد کے لئے حتی الامکان اختلاف پیدا نہ ہو۔ اس لئے انہوں نے بالاتفاق ان بزرگوں کو صدر اور سیکرٹری منتخب کیا۔ جن پر نئی کمیٹی بنانے والوں کو زیادہ سے زیادہ اعتماد ہو سکتا تھا تاکہ اگر وجہ نزاع یہی ہو کہ

اختیار و اقتدار کسی ایسے گروہ کے ہاتھ میں نہ آ جائے جس پر نئی کمیٹی کے ممبران کو اعتراض ہو تو اس وجہ نزاع کا استیصال ہو جائے۔

اگر مجوزہ صدر صاحب اور سیکرٹری صاحب سعی اتحاد کے اس پیشکش کو خدانخواستہ قبول نہیں کریں گے تو لازماً دوسرے صدر اور سیکرٹری کا انتخاب عمل میں آئے گا۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی حسب سابق اپنا کام جاری رکھے گی اور کوشش کرے گی کہ تصادم کا کوئی موقع پیش نہ آئے۔

اتحاد ہی کے مقاصد کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہ کوئی مجلس عاملہ منتخب کی گئی اور نہ دستور اساسی کے قواعد و ضوابط معرض بحث میں لائے گئے بلکہ ۵ آدمیوں کی عارضی کمیٹی بنا دی گئی تاکہ وہ صدر صاحب اور سیکرٹری صاحب کے مستقل فیصلہ تک کشمیر کمیٹی کا کام جاری رکھے۔ ان پانچ آدمیوں میں سے کسی کو صدر یا سیکرٹری نہ بنایا گیا تاکہ خدانخواستہ یہ غلط فہمی پیدا نہ ہو کہ ارکان کمیٹی صدر اور سیکرٹری کے عہدے دو بزرگوں کی خدمت میں پیش کرنے کے باوجود نئے صدر اور نئے سیکرٹری کے انتخاب کی تدابیر پیش نظر رکھتے ہیں۔ (انقلاب ۳ر ستمبر ۱۹۳۳ء

بتائیے! ان صحیح اعداد و شمار اور ہر لحاظ سے فراخ دلانہ پیشکش کے بعد اعتراض یا شک و شبہ کا کوئی بھی شائبہ باقی رہ جاتا ہے؟

اعتماد نہیں اور بس --- لیکن وہ مسلمان اگر چند سو نہیں چند ہزار بھی ہوتے تو سارے ہندوستان کے مسلمانوں کی نمائندگی و نیابت کا منصب سنبھال لینے کے حقدار نہ تھے --"

"-- اتنا عرض کر دینا غالباً بے محل نہ سمجھا جائے گا کہ سابقہ کشمیر کمیٹی کے ارکان (جن میں باون غیر احمدی اور صرف گیارہ احمدی ہیں) کی اکثریت نے جدید کمیٹی کے بانیوں سے اتفاق نہیں کیا بلکہ کشمیر کمیٹی پر اعتماد کا اظہار کیا ہے اور اسے اپنا کام بہ (مطابق) دستور جاری رکھنے کی ہدایت کی ہے۔"

"- باقی رہا اہل کشمیر کے اعتماد کا معاملہ تو ہمیں پورا یقین ہے کہ اہل کشمیر میں سے بھی جتنے بزرگ، مخلص کارکنوں کی حیثیت سے منظر عام پر آ چکے ہیں۔ ان میں سے کسی کو پہلی کشمیر کمیٹی سے اختلاف نہیں بلکہ وہ اس کے کام اور سرگرمی و وسعت امداد کے معترف ہیں۔"

"آخر میں صرف اتنی گذارش ہے کہ اگر "زمیندار" (اخبار)۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی سے تعاون نہیں کر سکتا تو اسے تعاون کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا لیکن کیا وہ اس بات میں خاموش بھی نہیں رہ سکتا؟ جس حد تک امداد مظلومین کشمیر کا تعلق ہے اس حد تک کسی محب کشمیر کو اختلاف نہیں ہونا چاہئے۔ زمیندار، جدید کمیٹی کو ضروری سامانوں کا مرکز و مرجع بنا دے۔ جن لوگوں کو آل انڈیا کشمیر کمیٹی سے تعلق ہو گا وہ اس کے کام کو تقویت پہنچائیں گے اور ظاہر ہے کہ دونوں میں تصادم کی کوئی وجہ نہیں۔ اور نہ ہی اس بات میں قادیانی تبلیغ کا کوئی موقعہ ہے نہ کوئی گنجائش ہے خاص طور پر اس لئے کہ انتہائی ذمہ داری کے عہدے غیر احمدیوں کی خدمت میں پیش کئے گئے ہیں۔ ہم ذاتی طور پر قادیانیت کی تبلیغ کی ہر موقعے پر سخت سے سخت مخالفت کے لئے تیار ہیں۔ اس لئے کہ ہمارے نزدیک قادیانی عقائد صحیح نہیں ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جہاں مشترکہ مقاصد کے لئے کام کا موقع ہو وہاں مقرر و معین دائرے میں تعاون سے انکار کر دیں۔

یہ ہمارا سوچا سمجھا ہوا مسلک ہے اور ہماری پختہ رائے ہے کہ جو مسلمان اس مسلک کا مخالف ہے اور مسلمانوں کے غیر مذہبی مشترکہ کاموں میں فرقہ بندی کا سوال اٹھاتا ہے۔ اگرچہ خالص غیر مسلموں سے اتحاد مقصد و عمل کا دعویٰ دار ہے وہ امت میں ایک بہت بڑا فتنہ پیدا کرتا ہے۔ جو خدانخواستہ آگے بڑھا تو ملت اسلامیہ ہند، نہیں معلوم کتنے ٹکڑوں میں بٹ جائے گی اور اس کا جو نتیجہ نکلے گا اس کے تصور سے بھی ہمارے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔"[۱]

روزنامہ انقلاب ۲ ۱۲ جون ۱۹۳۳

(انقلاب کے نامہ نگار خصوصی کے قلم سے)

واقعات کو اس طرح بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اگر احمدی رہنما معاملات کشمیر سے دستکش ہو جائیں۔ تو احمدیت کے یہ مخالفین بھی کشمیر مسلم کانفرنس کے معاون بن کر اس کی قوت کا باعث بنیں گے۔ اخباری پراپاگنڈا کے سوا متعدد سرکاری ایجنٹوں نے اہل کشمیر کی لیڈری کے جبے پہن کر کشمیر کمیٹی کے بعض معزز اراکین کو غلط واقعات سنا کر اور غلط تاویلات پیش کر کے اس امر پر آمادہ کر لیا کہ کشمیری مسلمانوں کے اختلافات مٹانے کی غرض سے کشمیر کمیٹی کی ہیئت ترکیبی کو تبدیل کیا جائے کشمیر کمیٹی کے معزز ارکان پوری نیک نیتی سے کام کرتے ہوئے بھی دشمنان اسلام کی اس چال سے دھوکہ کھا گئے۔ اپنے پرانے نظام کو جس کے ذریعہ سے کمیٹی نے مسلمانان کشمیر کے لئے نہایت شاندار خدمات انجام دی تھیں بدل دیا۔

دشمنان اسلام کی چالیں

انہی ایام میں "انقلاب" کے خصوصی نامہ نگار نے ساری صورت حال کا محتاط جائزہ لے کر "موجودہ شورش کشمیر کے حقیقی اسباب و علل" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جس کا یہ حصہ توجہ طلب ہے:-

"مخالف پارٹی کی (طرف سے) ..... واقعات کو اس طرح بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اگر احمدی رہنما معاملات کشمیر سے دستکش ہو جائیں تو احمدیت کے یہ مخالفین بھی کشمیر مسلم کانفرنس کے معاون بن کر اس کی قوت کا باعث بنیں گے۔ اخباری پروپیگنڈا کے سوا متعدد سرکاری ایجنٹوں نے اہل کشمیر کی لیڈری کے جبے پہن کر کشمیر کمیٹی کے بعض معزز اراکین کو غلط واقعات سنا کر اور غلط تاویلات پیش کر کے اس امر پر آمادہ کر لیا کہ کشمیری مسلمانوں کے اختلافات مٹانے کی غرض سے کشمیر کمیٹی کی ہیئت ترکیبی کو تبدیل کیا

جائے۔

کشمیر کمیٹی کے معزز ارکان پوری نیک نیتی سے کام کرتے ہوئے بھی دشمنان اسلام کی اس چال سے دھوکہ کھا گئے۔ اپنے پرانے نظام کو (صدارت حضرت امام جماعت احمدیہ۔ ناقل) جس کے ذریعہ سے کمیٹی نے مسلمانان کشمیر کے لئے نہایت شاندار خدمات انجام دی تھیں بدل ڈالا۔ ظاہر تھا کہ نئے نظام کی راہ میں (صدارت علامہ اقبال۔ ناقل) سخت مصائب حائل تھیں۔ جن پر قابو پانے اور نظام کو مستحکم یا سودمند بنانے کے لئے ایک وقت درکار تھا اور اس طرح مسلمانوں کی اس مقتدر جماعت کو جس نے تحریک کشمیر کو کامیاب بنانے میں اس قدر کام کیا تھا بے بس کرکے رکھ دیا گیا..... سازشیوں نے اس موقعہ سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہا اور یہ امر کہ (تبلیغ۔ ناقل) احمدیت کا الزام فقط ایک بہانہ تھا جلد ہی ظاہر ہو گیا اور ہرچند کہ کشمیر کمیٹی کا نظام بدل چکا تھا تاہم حکومت کے ایجنٹوں نے دوسرے بہانوں سے شرارت پھیلانی شروع کردی۔ (انقلاب ۱۲ر جولائی ۱۹۳۳ء)

ولولہ تازہ۔ نہ عمل پیہم

مولانا غلام رسول صاحب مہر کی طرف سے بیان کردہ حقائق کے اظہار کے بعد اب ہم پھر علامہ اقبال کے دور صدارت پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ افسوس کہ اس دور صدارت یا نئے مرحلہ میں علامہ کے ہاں نہ کوئی ولولہ تازہ ہے نہ عمل پیہم کی کوئی جھلک نظر آتی ہے۔ ۷ کروڑ مسلمانان برصغیر کے نام جاری کردہ ۳۰ر جون ۳۳ء کی اپیل کے ۱۱ دن بعد علامہ اپنے مکتوب بنام نذیر نیازی میں فرماتے ہیں۔

"کشمیر کمیٹی کا اجلاس اس اتوار کو ہو گا۔ ہم سب اس بات کے متمنی ہیں کہ وہاں امن قائم رہے اور وہاں کے لوگ ان اصلاحات سے متمتع ہوں جو فی الحال ان کو مل چکی ہیں۔ ۴۴؎

محمد اقبال

۱۱ر جولائی ۳۳ء

گویا جو اصلاحات حضور کے آغاز کار سے حضور کے استعفیٰ تک حاصل کی جا چکی ہیں۔ ہمارا ارادہ انہی پر اکتفا کرنے کا ہے۔ مزید اصلاحات کے حصول کے لئے جدوجہد کرنا فی الحال ہمارے پروگرام میں شامل نہیں۔

صدارت کا عہدہ سنبھالنے پر اقبال کو "کشمیر مسلم کانفرنس" کے دفتر سے اس قسم کے خطوط آنے شروع ہو گئے کہ:۔

"۔ خدا کے لئے اپنی ذات کو عالم اسلام میں اور مجھ کو کشمیر میں 'بدنام کرنے سے محفوظ کریں۔ اور سری نگر بارہ مولا میں جو مقدمات ہمارے آدمیوں کے خلاف بنائے گئے ہیں۔ ان کی پیروی کے لئے کسی لائق کونسل (وکیل) کو بھجوائیں ورنہ سب مجھ کو طعنہ دیں گے کہ ڈاکٹر (علامہ اقبال) صاحب کی آپ غائبانہ تعریفوں کے پل باندھتے تھے اور یہ وہ کرتے تھے۔ انہوں نے کیا کیا ہے۔....."

(خط شیخ عبدالحمید وکیل ہائی کورٹ قائمقام صدر مسلم کانفرنس سری نگر مورخہ ۳۱ر جولائی ۱۹۳۳ء) خط آویزاں اقبال میوزیم۔ علامہ اقبال روڈ لاہور

خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ:۔

"۔ مرزا صاحب کو تو ایک اشارہ کافی ہو گا۔۔ وہ..... ایک چھوڑ چار وکیل بھی روانہ کر دیں (گے)..... اگر آپ کی طرف سے جلد انتظام نہ ہوا تو اس صورت میں اہل غرض مجبوراً ادھر کا رخ کریں گے۔"

شیخ عبدالمجید صاحب قائمقام صدر مسلم کانفرنس تھے۔ آپ ایک اور خط محررہ ۳۱ر دسمبر ۱۹۳۳ء بنام علامہ اقبال میں لکھتے ہیں۔

"مقدمات بہت بڑے ہیں۔ تیاری کافی وقت چاہتی ہے۔ ملک برکت علی کی نسبت معلوم ہوا ہے کہ وہ عدیم الفرصتی کا عذر پیش کرتے ہیں اور آپ یہ ڈیوٹی (بہار کے) مسٹر محمد نعیم الحق ا س کے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔ ان سے ان مقدمات کا مقابلہ مشکل ہو گا (ایضاً خط آویزاں اقبال میوزیم لاہور) ۴۵؎

کشمیر میں وکلاء کا کوئی وفد پہنچا نہ فنڈز

"آل انڈیا کشمیر کمیٹی" کے نام سے گورنمنٹ روشناس ہو چکی تھی۔ یہ نام پبلک میں بھی مشہور ہو چکا تھا۔ علامہ نے اپنی کمیٹی کا یہی نام رکھ لیا یہ ایک بڑی سہولت تھی۔ جو علامہ کو ملی۔ حضرت امام جماعت احمدیہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا گیا تھا کہ آپ کو کشمیر کمیٹی کی "وسیع اور لامحدود اختیارات" حاصل تھے لیکن اب وہی وسیع اور لامحدود اقتدار و

اختیارات علامہ کے ہاتھ میں تھے۔ دستور وضع کر کے بزعم حلقہء اقبال کمیٹی کو زیادہ مستحکم۔ منظم اور موثر بنا دیا گیا تھا۔ آپ نے ان اختیارات کے ساتھ خدا اور رسول کے نام پر ۷ کروڑ مسلمانان برصغیر کے نام اپیل جاری کی تھی ---- بعض صاحب ثروت اصحاب کے نام خطوط بھی لکھے مگر کسی گوشہ کی جانب سے بھی اس پر توجہ نہ دی گئی۔ نہ وکلاء کا کوئی قابل ذکر وفد کشمیر پہنچا۔ نہ خاطر خواہ فنڈز جمع ہوئے جو مظلومین کشمیر کیلئے بھجوائے جاسکتے۔ حالت اتنی ناگفتہ بہ ہو گئی۔ کہ جب نعیم الحق صاحب وکیل کے سفر خرچ کا معاملہ سامنے آیا۔ تو علامہ نے اپنے مکتوب بنام مولوی صاحب کو (کشمیر) لکھا:۔

کشمیر کمیٹی کے پاس زیادہ فنڈز نہیں ہیں۔ ورنہ میں خود سید صاحب (نعیم الحق صاحب وکیل) کی خدمت میں پیش کرتا۔ اس واسطے مہربانی کر کے ان کی خدمت میں عرض کریں۔ کہ آپ بلا کسی قسم کے معاوضہ اور سفر خرچ کے یہ خدمت کریں"۔ (اقبال نامہ حصہ اول صفحہ ۴۳۱)

فنڈز کی وجہ سے بہت سے دیگر کام بھی رکے ہوئے تھے اور مالی قربانی کے لئے کوئی آمادہ نہ ہو رہا تھا۔ اس پر علامہ نے اپنے دوست راغب صاحب کو لکھا:۔

"۔ سب سے بڑی دقت فنڈز کی ہے ..... حضرت زین العابدین فرماتے ہیں۔ کہ جب خدا تعالیٰ کسی قوم سے ناراض ہوتا ہے تو اس قوم کا مال بخیلوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ (مکتوب مورخہ ۴ر اکتوبر ۱۹۳۳ء جہان دیگر ص ۳۹)

علامہ کی متعدد سوانح عمریوں میں علامہ کے دور صدارت کا یہ واقعہ کہ آپ نے سید نعیم الحق صاحب ایسے قابل اور جہاں دیدہ وکیل کو آمادہ کر کے کشمیر بھجوایا۔ بہت بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان وکیل صاحب کو علامہ نے نہیں بلکہ کشمیر کے کسی مولوی صاحب نے کشمیر جانے پر آمادہ کیا تھا (اقبال نامہ حصہ اول صفحہ ۴۳۹)

جناب نعیم الحق صاحب وکالت کے اعتبار سے کس پایہ کے وکیل تھے۔ اس کا اندازہ تو قارئین نے قائمقام صدر مسلم کانفرنس، کشمیر کے ان الفاظ سے بخوبی کر لیا ہو گا کہ۔:

"۔ ان سے ان مقدمات کا فیصلہ مشکل سے ہو گا۔"

نعیم الحق صاحب کی معلومات عامہ کی وسعت کا پتہ لگانے کے لئے علامہ کے مکتوب کا یہ حصہ ملاحظہ ہو۔ جو آپ نے کشمیر کے انہی مولوی صاحب کی خدمت میں بھیجا۔ علامہ نے لکھا

"۔ جناب مولوی صاحب ! مسٹر نعیم الحق صاحب (وکیل) کے خط سے ..... معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خیال میں کشمیر اور سری نگر دو مختلف جگہیں ہیں۔ ان کی خدمت میں عرض کریں۔ کشمیر ملک کا نام ہے اور سری نگر دارالسلطنت ہے" (اقبال نامہ حصہ اول صفحہ ۴۴۰)

اہمیت گھٹانے کی کوشش

تاریخ کے تار و پود کو بکھیرتے ہوئے علامہ کی متعدد سوانح عمریوں میں حضرت امام جماعت احمدیہ کے دور صدارت کی سنہری خدمات اور قابل قدر سرگرمیوں کی اہمیت گھٹانے اور علامہ کے دور کے انتہائی معمولی کام کی اہمیت کو بڑھانے کی سعی لاحاصل کی گئی ہے۔

چنانچہ "اقبال اور کشمیر" کے مصنف لکھتے ہیں۔

"امام جماعت احمدیہ کی سرکردگی میں قائم کی جانے والی کشمیر کمیٹی کے کاغذی مقاصد خوش آئند تھے۔ لیکن یہ مقاصد شرمندہء تعبیر نہ ہوئے (صفحہ ۷۳) کتاب مطبوعہ ۱۹۷۷ء ۱۹۸۵ء) مصنف سلیم خان گمی۔

"اقبال اور کشمیر" کے عنوان سے ایک اور کتاب شائع ہوئی ہے۔ مصنف ڈاکٹر صابر آفاقی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:۔

"مجھے تو یوں لگتا ہے کہ جس طرح انگریز برطانیہ میں بیٹھ کر برصغیر پر حکم چلاتے رہے اسی طرح علامہ اقبال، لاہور میں بیٹھ کر آزادی کشمیر کی تحریک کی قیادت کرتے رہے (صفحہ ۱۲۷) کتاب مطبوعہ ۱۹۷۷ء

تدبّرِ حدیث

کہا جاتا ہے کہ امام ابو حنیفہ بھی ایمان کے گھٹنے بڑھنے کے قائل نہیں تھے۔ میرے خیال میں ان کی بات سمجھی نہیں گئی۔ ان کے ہاں جو بحث ہے وہ فقہی ایمان سے ہے۔ حقیقی ایمان سے نہیں۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ جب مسلمانوں کی شہریت کے حقوق طے ہوں گے تو وہ تمام لوگ جو لا الٰہ الا اللہ کہیں گے ان سب کو مسلمانوں کے رجسٹر میں ہی درج کیا جائے گا۔ ان میں ایمان کی کمی بیشی کا سوال نہیں اٹھایا جائے گا۔ ظاہری ایمان پر ہی سب کے حقوق قائم ہوں گے۔

جناب امین احسن اصلاحی ماہنامہ تدبر لاہور ص ۲۰ (اپریل ۱۹۹۱ء)

علامہ، عملی سیاست کے کمبل سے جان چھڑانے کی فکر کرنے لگے

مگر راقم کی تحقیق یہ ہے کہ حد درجہ تعاون کرنے والی مسلم یک جہتی اور سالمیت پر ایمان رکھنے والی جماعت کو علیحدہ کر کے علامہ کو کسی جانب سے خاطر خواہ تعاون حاصل نہ ہو رہا تھا۔ ہر طرف انتشار اور خود غرضیوں نے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ خود اقبال کی اپنی ذات پر الزامات عائد ہونے لگے۔ علامہ مسلم انتشار اور عدم تعاون کے ماحول میں ذمہ داریوں سے گھبرا اٹھے۔ اور مسلم تنظیموں سے علیحدگی کی خواہش کا اظہار کرنے لگے۔

آپ نے اپنے احساسات کی ترجمانی کرتے ہوئے احمدیوں کو علیحدہ کرنے کے بعد اپنے جگری دوست راغب احسن کو لکھا۔

"۔ آپ خود سمجھتے ہیں اس بات کو خواہ اس کی تہ میں کتنی ہی دردمندی کیوں نہ ہو۔ ذاتیات پر محمول کیا جائے گا میں اس بات میں بڑا حساس ہوں اور اس قسم کا الزام میرے لئے "دوزخ" کی آگ کے برابر ہے ا۔ (معلوم نہیں کس شخص کی طرف سے لگائے گئے الزام کی طرف اشارہ ہے۔ ناقل) میں خود ان سیاسی مسلمانوں کے ہاتھ سے بہت نالاں ہوں .... اس واسطے نہیں کہ ہر موقعہ پر انہوں نے میری مخالفت کی ہے بلکہ اس واسطے کہ اس کریکٹر اور سیرت کے لوگ مسلمانوں میں کیوں پیدا ہوئے۔" ۴۶؎

واضح رہے کہ علامہ نے جولائی ۱۹۳۳ء میں علیحدہ کشمیر کمیٹی بنائی تھی اور مندرجہ بالا خط اگست ۳۳ء کا ہے۔ آنے والے دو تین ماہ میں آپ مزید پریشان ہو گئے اور اب عملی سیاست کے کمبل سے جان چھڑانے کی فکر کرنے لگے بلکہ اپنے قریبی دوستوں میں اس کا اظہار بھی کرنے لگے۔ ایک اور خط میں لکھتے ہیں:۔

"۔ میرا کوئی ارادہ پٹنہ کانفرنس یا یوتھ لیگ کے اجلاس پر جانے یا پیغام بھیجنے کا نہ تھا.... میں ہر چیز سے علیحدہ ہو جانا چاہتا ہوں۔ کانفرنس کی صدارت تو اب ختم ہے۔ کشمیر کمیٹی کی صدارت ابھی میرے ذمہ ہے۔ جب یہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جائے تو اس سے بھی علیحدہ ہو

جانے کا قصد رکھتا ہوں" ۴۷؎

علامہ اب محسوس کرنے لگے تھے کہ ان کا وجود غیر موثر ہو چکا ہے اور یہ کہ ان کا عملی سیاست میں حصہ لینا محض ایک بیکار مشق تھا چنانچہ ایک اور مکتوب میں لکھتے ہیں:۔

"۔۔۔ مسلمانوں کے انتشار اور ان کے معززین کی خود غرضیوں کا مظاہرہ بہت دل شکن ہے.... میں نے تو اب قصد مصمم کر لیا ہے کہ اپنے گذشتہ دستور العمل پر پھر سے قائم ہو جاؤں اور اپنے مخصوص طریق پر خدمت، مسلمانوں کی کرتا رہوں جس کو چھوڑ کر عملی سیاست ۴۸؎ کا کام اختیار کیا تھا۔.... میرا دل بہت دکھا ہوا ہے اور اپنے دکھوں کی نمائش کرنے کی مجھ میں عادت نہیں ہے" ۴۹؎

احمدی وکلاء پر الزام تراشی

کشمیر کمیٹی کی تاریخ پر ایک نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ دفتر کشمیر کمیٹی کی طرف سے متعدد بار اخبارات میں اعلان کئے جاتے رہے کہ کشمیری ماخوذین کی قانونی امداد کے لئے وکلا اپنی خدمات پیش کریں مگر غیر احمدی وکلاء میں سے ایک کے سوا کوئی آگے نہ آیا۔ حتیٰ کہ خود جموں و کشمیر کے وکلاء بھی میدان عمل میں نہ اترے۔۔۔ علامہ اقبال کے دست راست ملک برکت علی صاحب نے بھی کماحقہ اپنی خدمات پیش نہ کیں۔ مولوی مظہر علی اظہر مہاراجہ کشمیر سے پینگیں بڑھانے کے لئے تو دو مرتبہ کشمیر گئے۔ مگر ماخوذین کے مقدمات کی پیروی کیلئے ایک مرتبہ بھی وہاں جانے کی توفیق نہ پا سکے۔

حضرت امام جماعت احمدیہ نے نئے انتخابات کے لئے راستہ ہموار کرنے کی غرض سے جب کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ پیش کیا اور کشمیر کمیٹی کا نظام تبدیل ہوا تو اس نئے نظام کے کارپردازوں کا اولین فرض یہ تھا کہ وہ کشمیر میں نئے وکلا کا انتظام کرتے ۔۔۔۔ یا سابقہ وکیلوں سے خط و کتابت کر کے انہیں آگاہ کیا جاتا کہ ہم ڈیفنس جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ اور امام جماعت احمدیہ کی بجائے اب ہم آپ کے سفر خرچ اور خورد و نوش کے اخراجات کے ذمہ دار ہوں گے (احمدی وکلا ماخوذین سے فیس وصول نہیں کرتے تھے)۔ نیز انہیں بتایا جاتا کہ طویل عرصہ سے خدمات انجام دینے کی وجہ سے اب اتنے عرصہ بعد آپ کو واپس بلا لیا جائے گا اور آپ کی بجائے نئے وکلاء کو بھجوا دیا جائے گا۔ کیونکہ اپنی پریکٹس کو غیر معینہ مدت کے لئے

چھوڑ کر وکلاء کا کشمیر میں طویل قیام مشکل ہو رہا تھا ـــــ ماخوذین اور ان کے لواحقین کی طرف سے علامہ اقبال یا نئے نظام کو متعدد درخواستیں بلکہ تاریں ارسال کی گئیں جن میں دل ہلا دینے والی اپیلوں کے ذریعہ وکلا بھجوانے کی التجائیں کی گئی تھیں ـــــ اس ضمن میں کشمیر مسلم کانفرنس کے قائمقام صدر نے علامہ کی خدمت میں غیرت دلانے والے جو خطوط بھجوائے ـ اس کے دو ایک اقتباسات گذشتہ سطور میں نقل کئے جا چکے ہیں ـــــ افسوس کہ نئے نظام نے نہ کشمیر میں موجود وکلاء سے کوئی رابطہ قائم کیا ـ نہ ماخوذین کی اپیلوں پر کان دھرا ـ سب درخواستیں بے اعتنائی کی نذر ہو گئیں ـ ان حالات میں وکلاء کے لئے یہی مناسب تھا کہ وہ اپنے اپنے ذاتی حالات کے مطابق جو چاہتے فیصلہ کر لیتے ان پر اس نوع کی نکتہ چینی کا کوئی جواز نہیں کہ انہوں نے حضور کے استعفیٰ کے بعد پہلے کی طرح کام کیوں جاری نہ رکھا ـ

اکثریت کا وضع کردہ قانون اور اس کی پابندی کا سوال

راقم عرض کرتا ہے ـ کہ علامہ نے اس امر کے ثبوت میں کہ احمدی صرف اپنے امام کی اطاعت میں کام کرنا پسند کرتے ہیں ـ میرپور میں کام کرنے والے احمدی وکیل مکرم شیخ بشیر احمد صاحب کے بیان کا حوالہ دیا ـ حالانکہ الفضل اخبار قادیان میں شائع شدہ اعلان (۸ ربیع الاول ۱۹۳۳ء) کے مطابق شیخ صاحب محترم ' اپنے بیان کے خود ذمہ دار تھے ـ ا ـ اور حضرت امام جماعت احمدیہ کا نکتہ نظر جسے حضور کی طرف سے حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے " الفضل " میں پیش کیا ـ یہ تھا :ـ

" احمدی جماعت کے نمائندے گذشتہ دس سال سے مسلم لیگ میں دوسرے فرقوں کی صدارت میں نہایت تن دہی سے کام کر رہے ہیں ـ خود حضور نے ۱۹۲۷ء میں مسٹر جناح کی صدارت میں شملہ میں کام کیا ـــــ حضور " آل انڈیا مسلم پارٹیز کانفرنس " کے بورڈ کے ممبر ہیں اور اعلان کنندہ (حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب ایل ایل ڈی ـ ناظر امور خارجہ) اس کی ورکنگ کمیٹی کا ممبر ہے ـ اور جب سے یہ کانفرنس قائم ہے ـ اعلان کنندہ اس وقت سے دوسرے صدر کے ماتحت کام کر رہا ہے ....

راقم عرض کرتا ہے کہ ۱۸ جون ۳۳ء کے کشمیر کمیٹی کے اجلاس میں علامہ نے اپنا استعفیٰ پیش کیا ـ بعد میں ایک اعلان جاری کر کے یہ الزام لگایا کہ احمدی صرف اپنے امام کی اطاعت

میں کام کرنا پسند کرتے ہیں الفضل کے اعلان میں یہ وضاحت موجود ہے کہ اس اجلاس میں سب تجاویز غیر احمدیوں کی طرف سے پیش ہوئی تھیں ـ اس دن بیس ممبر حاضر تھے جن میں سے صرف پانچ احمدی تھے ـ پس اگر وہ کوئی ایسا غلط رویہ اختیار بھی کرتے تو بھی وہ کثرت رائے کو مغلوب نہیں کر سکتے تھے ـ

سوال یہ ہے کہ علامہ نے اس دن استعفیٰ کس بنا پر دیا ؟ اکثریت تو غیر احمدی حضرات کی تھی ـــ پھر امام جماعت احمدیہ کی طرف سے اتحاد کو قائم رکھنے کی خاطر یہ آفر کی گئی کہ علامہ اپنا استعفیٰ واپس لے لیں اور دستور فوراً طے ہو جائے ـ

اور اس طرح اس شبہ کا ازالہ ہو جائے گا کہ احمدی ممبر رخنہ ڈالنا چاہتے ہیں ـ

حضور کی طرف سے اعلان کنندہ حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب نے الفضل کے ذریعہ یہ بھی واضح کیا کہ اگر علامہ کو یہ تجویز بھی قابل قبول نہیں اور وہ یہ کہتے ہوں کہ دستور طے ہو جانے کے بعد احمدیوں کا کمیٹی کے کام میں حصہ لینا مضر ہے ـ تو حضرت امام جماعت احمدیہ نے مجھے یہ اعلان کرنے کی اجازت دی ہے کہ علامہ کے اس فیصلہ کو احمدی ' بغیر چوں و چرا تسلیم کر لیں گے اور اس کمیٹی سے مستعفی ہو جائیں گے ـ "

مگر افسوس کہ علامہ نے تعاون اور ہم آہنگی کی یہ معقول ترین تجاویز بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اپنی علیحدہ تنظیم قائم کر لی ـ اور یوں کشمیر کمیٹی کا اتحاد پارہ پارہ کر کے رکھ دیا ـ

علامہ نے بجائے حضرت امام جماعت احمدیہ سے تعاون حاصل کرنے کے جدید کمیٹی قائم کر لی اور خون دینے والے مجنونوں کو علیحدہ کر دیا یعنی احمدیوں کو اس میں شامل نہ کیا گیا ـ بلکہ مخالفت کر کے ایسے حالات پیدا کرنے کی کوشش کی کہ وہ کشمیر میں کماحقہ کام نہ کر سکیں ـ ظاہر ہے اس اقدام کے بعد گلشن کا کاروبار کیسے چل سکتا تھا ؟ کچھ عرصہ بعد یہ جدید کمیٹی اپنی موت آپ مر گئی ـ

علامہ کا خط ـ سالک صاحب کا تبصرہ

ماخوذین کے مقدمات کی پیروی خدمت خلق کا کام تھا ـ علامہ یہ ذمہ داری نباہ نہ سکے ـ لیکن آپ تعصب میں اتنے بڑھ چکے تھے کہ احمدیوں کی طرف سے جب حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کسی مقدمہ کی پیروی کے لئے کشمیر جانے لگے تو علامہ نے نعیم الحق صاحب وکیل کو لکھا :ـ

"--- چودھری ظفراللہ خاں کیونکر اور کس کی دعوت پر وہاں (کشمیر) جا رہے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں۔ شاید کشمیر کانفرنس کے بعض لوگ ابھی تک قادیانیوں سے خفیہ تعلقات رکھتے ہیں[50]"

علامہ اقبال کے سوانح نویس جناب عبدالمجید صاحب سالک "ذکر اقبال" میں خط کا مذکورہ حصہ درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

"--- حالانکہ شیخ محمد عبداللہ (شیر کشمیر) اور دوسرے کارکنان کشمیر، مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے بعض کارپردازوں کے ساتھ خفیہ نہیں بلکہ علانیہ روابط رکھتے تھے اور ان روابط کا کوئی تعلق عقائد احمدیت سے نہ تھا۔ بلکہ ان کی بناء محض یہ تھی کہ مرزا صاحب کثیر الوسائل ہونے کی وجہ سے تحریک کشمیر کی امداد (صدارت سے مستعفی ہو جانے کے باوجود۔ ناقل) کئی پہلوؤں سے کر رہے تھے اور کارکنان کشمیر طبعاً اُن کے ممنون تھے۔ چودھری ظفراللہ خاں بھی یقیناً مرزا صاحب ہی کے اشارے سے مقدمے کی پیروی کے لئے گئے ہوں گے۔[51]"

شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ نے ان لوگوں کو جنکی وجہ سے حضور استعفیٰ دینے پر مجبور ہوئے تھے "کم فہم احباب" قرار دیا۔

اس کے مقابل حضور کے استعفیٰ پر احراریوں (جو کانگریس کے حمایتی تھے۔ زندہ رود صفحہ ۵۸۹) اور مولانا ظفر علی خاں ایڈیٹر "اخبار زمیندار" کے گھروں میں گھی کے چراغ جلے۔ باغ بیرون دہلی دروازہ کے جس جلسے میں علامہ نے (احمدیوں کو علیحدہ کرکے) نئی کمیٹی کی بنیاد رکھی) اس میں مولانا ظفر علی خاں نے تقریر کرتے ہوئے کہا:-

"- آج میری طبیعت خوشی سے باغ باغ ہے۔ آج میں اپنی سالہا سال کی جدوجہد کے آثار اس جلسہ کی شکل میں دیکھ رہا ہوں"

بقول شورش کاشمیری -- "زمیندار" ۱۹۳۸ء کے آغاز تک کانگریس کا حامی رہا۔

راقم عرض کرتا ہے یوں جماعت احمدیہ کو علیحدہ کرکے طبیعت تو سب کانگرس نوازوں کی باغ باغ ہوگئی۔ مگر جہاں تک علامہ سے تعاون کرنے کا تعلق ہے۔ یہ خانہ خالی ہی رہا۔

دیکھئے صفحہ ص ۴۶۹

[illegible]

باب نمبر ۱۳ فصل نمبر-۱۱

شیخ محمد عبداللہ کا بدلنا

اب ہم پھر شیر کشمیر کے گذشتہ بیانات کے حوالے سے بات آگے بڑھاتے ہیں۔ ان کے بیانات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کشمیر کی تحریک کی آڑ میں جماعت احمدیہ پر تبلیغ احمدیت کے الزام کا افسانہ کس مرحلہ پر گھڑا گیا! -- کن لوگوں نے گھڑا اور اسے لاہور جا کر ہوا دینی شروع کی -- شیخ صاحب یہ بھی اعتراف کرتے ہیں کہ احرار کے یہ الزامات و مطالبات نہ صرف افتراء پر مبنی تھے بلکہ مسلمانان کشمیر کے لئے خطرناک بھی تھے۔

ناظرین کرام! اب اگر شیخ صاحب خود ہی اپنے خطوط اور مندرجہ بالا اقرار و اعتراف سے آنکھیں پھیرتے ہوئے احراریوں کی ہمنوائی کرتے ہوئے جماعت احمدیہ پر نکتہ چینی کرنے لگیں --- تو یہ بات کس قدر تعجب خیز ہو گی۔ مگر افسوس کہ "آتش چنار" میں دو ایک جگہ ایسا نظر آتا ہے۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بعد کے واقعات سے خصوصاً قیام پاکستان نے شیخ صاحب کے دل میں کسی حد تک جماعت احمدیہ کے خلاف بغض و عناد کا جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ شیخ صاحب کے بقول ان کی شادی اکتوبر ۱۹۳۳ء (آتش چنار صفحہ ۱۴۳) میں ہوئی۔ حضرت امام جماعت احمدیہ کو اس وقت کشمیر کمیٹی کی صدارت سے مستعفی ہوئے قریباً چھ ماہ کا عرصہ گذر چکا تھا۔ شیخ صاحب کا کہنا ہے کہ ان ایام میں میں نے لاہور میں مرزا صاحب سے کہا کہ وہ کشمیر میں مستقل طور پر تبلیغ احمدیت کے مشن سے دستبردار ہو جائیں۔ بقول شیخ صاحب، مرزا صاحب نے جواباً فرمایا:

"- احمدی جماعت بنیادی طور پر ایک تبلیغی جماعت ہے۔ ہم نے پہلے پہل، کشمیر میں اس قسم کی سرگرمیوں پر روک اے لگا رکھی تھی لیکن وہ ایک عارضی مرحلہ تھا۔ ہمارے لئے مستقل طور پر اپنے مشن سے دستبردار ہونا ممکن نہیں ہے۔"

شیخ صاحب مزید لکھتے ہیں کہ اس پر میں نے مرزا صاحب کو "دو ٹوک جواب" دیا کہ:-

"ایسے حالات میں احمدی جماعت کے ہم خیال کارکنوں کا تحریک سے وابستہ رہنا نہ مناسب ہے اور نہ ممکن ---- اس دن کے بعد سے احمدی جماعت کا رویہ، تحریک کے ساتھ پہلے پہل تو سرد مہری کا رہا۔ بعد میں وہ ہماری مخالفت کرتے رہے اور بالآخر کھلم کھلا ہمارے

خلاف صف آراء ہو گئے (صفحہ ۱۳۵)

راقم عرض کرتا ہے کہ ہمارے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں کہ شیخ صاحب اور حضرت امام جماعت احمدیہ کے درمیان لاہور میں کیا گفت و شنید ہوئی ۔۔ بہرحال اگر حضرت امام جماعت احمدیہ نے کشمیر کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ کے بعد کشمیر میں احمدیوں پر سے تبلیغ احمدیت کے سلسلہ میں لگائی گئی پابندی اٹھا دی تھی اور جماعت معمول کے مطابق اپنے مشن کا کام کرنے لگی تھی تو یہ بات کسی لحاظ سے بھی قابل اعتراض نہیں ۔ نیز اس سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ حضور نے اپنی صدارت کے دوران احمدیوں پر تبلیغ کی پابندی عائد کر رکھی تھی ۔ اور اس ضمن میں لگائے گئے الزامات پروپیگنڈا کی ذیل میں آتے ہیں ۔

بہرحال شیخ صاحب کا اکتوبر ۳۳ء والا " دو ٹوک جواب " راقم کو صحیح معلوم نہیں ہوتا ۔ کیونکہ شیخ صاحب اکتوبر کے بعد بھی ۔ احمدیوں کا تحریک کشمیر سے وابستہ رہنا ضروری خیال کرتے تھے ۔ علامہ کے مکتوب بنام شیخ محمد عبداللہ صاحب (۹ جنوری ۳۴ء) پر مولانا سالک کا تبصرہ گذشتہ سطور میں گزر چکا ہے جس سے واضح ہے کہ فروری ۳۴ء تک شیخ محمد عبداللہ صاحب اور دوسرے کارکنان کشمیر کے مرزا محمود احمد صاحب سے خفیہ نہیں بلکہ اعلانیہ روابط تھے ۔ پھر شیخ صاحب اپنے مکتوب ۱۵ مئی ۱۹۳۴ء میں (حضور کے مستعفی ہو جانے کے قریباً سال بھر بعد) فرقہ واریت کے شعلے بھڑکانے والوں کے رویہ سے حضور کو مطلع کرتے ہوئے لکھتے ہیں

" ۔۔ اگر ہم (اسمبلی کے) انتخابات میں غلام نبی گلکار (احمدی) کو بطور امیدوار کھڑا کرتے تو ہمارے خلاف مسئلہ احمدیت کی (آڑ میں) شدید پروپیگنڈا ہوتا ۔۔ "

" ۔ ضرورت ہے کہ آپ کسی صاحب کو کشمیر روانہ کریں ۔ جو مجھے مشورہ دے کہ ایسے (ناساعد) حالات میں ..... کام کس طرح چلایا جا سکتا ہے "

" ۔۔ اگر آپ نے مہربانی نہ کی ہوتی .... تو میں اب تک پریشانیوں کی وجہ سے میدان سے ہی ہٹ چکا ہوتا ۔ " ۵۲ ؎

احمدیہ جماعت کی طرف سے شیخ محمد عبداللہ کی مخالفت کے اصل وجوہات

لیکن بعد میں آہستہ آہستہ شیخ صاحب کانگریس کی طرف پرواز کرنے کے لئے پر تولنے لگے ۔ اور حضرت امام جماعت احمدیہ کے مشوروں سے اپنے تئیں بے تعلق کرنے لگے تو جماعت احمدیہ کی طرف سے " سرد مہری " کا اظہار ہونا کسی لحاظ سے غیر مناسب نہیں تھا ۔۔ اور

جب " مسلم کانفرنس " کو " نیشنل کانفرنس " میں تبدیل کر دیا گیا تو جماعت کی طرف سے شیخ صاحب کی مخالفت ' ایک طبعی امر تھا ۔۔۔ اور جب شیخ صاحب قیام پاکستان پر مسئلہ کشمیر کے سلسلہ میں بھارتی موقف کے ترجمان بن کر یو این او میں پہنچے تو پاکستانی وفد نے نیویارک سے قائداعظم کو رپورٹ بھیجی کہ

Zafrullah Khan tore Abdullah mercilessly into shreds.

یعنی ظفراللہ خاں نے شیخ عبداللہ (کے موقف) کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں ۔ ۵۳ ؎

ظاہر ہے اگر جماعت احمدیہ شیخ صاحب کے خلاف کھلم کھلا مخالفت کے لئے صف آراء ہوئی تو اس کی وجہ جماعت کا تحریک کشمیر سے انحراف نہ تھا بلکہ شیخ صاحب کی طرف سے کانگرس پالیسی کو اپنانا اس کا باعث تھا ۔

شیخ صاحب کی تحریروں اور خطوط سے واضح ہوتا ہے کہ حضور کی صدارت کے دوران (جولائی ۳۱ء تا مئی ۳۳) بلکہ اس کے کافی عرصہ بعد تک آپ ان لوگوں کی مخالفت کرتے رہے جو جماعت احمدیہ پر تحریک کشمیر کی آڑ میں تبلیغ احمدیت کا الزام عائد کرتے تھے ۔ اور احمدیوں کو کشمیر کمیٹی سے خارج کرنے کی تجویز کو " کشمیری مسلمانوں کے مفاد کے لئے " خطرناک " سمجھتے رہے (آتش چنار صفحہ ۱۳۹)

مجلس احرار نظریاتی اعتبار سے کانگرس کی ہمنوا تھی (زندہ رود صفحہ ۵۸۹) افسوس کہ ۱۹۳۳ء میں علامہ اقبال نے " کشمیر کمیٹی " کے بارے میں وہی روش اختیار کی جو احرار تجویز کر رہے تھے ۔

علامہ اقبال کا مشورہ

۱۹۳۵-۳۶ء کے دور میں ایسا لگتا ہے اس دور میں علامہ کے شیخ محمد عبداللہ سے تعلقات میں گہرائی پیدا ہو چکی تھی ۔۔۔ شیخ صاحب لکھتے ہیں :۔

" ۔ اقبال بنیادی طور پر شاعر تھے ۔ سیاست دان نہیں ۔ لیکن آزادی کی تحریک کو چلانے کے لئے انہوں نے ہماری صحیح رہنمائی کی ..... ۱۹۳۶ء میں مسلم کانفرنس کو " نیشنل کانفرنس " میں بدلنے کے لئے جہاں اور بھی کئی وجوہ اور محرکات تھے ۔ وہاں اقبال کے مشورے کا بھی اس میں عمل دخل تھا ۔ " ۵۴ ؎

-- ابتدائی کہانی --

شیخ محمد عبداللہ! میں آپ کو کشمیر کی تحریک آزادی کا لیڈر مقرر کرتا ہوں۔

حضرت امام جماعت احمدیہ

۱۹۳۱ء میں شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ ایک غیر شادی شدہ نوجوان تھے ۔ آپ کے متعلق ریاست کے مخفی آرڈر تھے کہ اگر یہ ریاست سے باہر نکلیں تو پھر ان کو واپس نہ آنے دیا جائے --- ضروری سمجھا گیا کہ انہیں چھپا کر سرحد کشمیر (گڑھی حبیب اللہ) پر لایا جائے ۔ چنانچہ مولانا عبدالرحیم صاحب درد سیکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے شیخ صاحب کو سرحد کے قریب پہنچ کر کار کے بیچ میں لٹا دیا اور اوپر کپڑے ڈال دیئے تاکہ ریاستی حکام کو پتہ نہ لگے ۔ ادھر قادیان سے حضرت امام جماعت احمدیہ صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی سرحد پر تشریف لائے ۔ لمبی ملاقات کے بعد حضور نے فرمایا۔

شیخ محمد عبداللہ ! میں آپ کو کشمیر کی تحریک آزادی کا لیڈر مقرر کرتا ہوں ! شیخ صاحب کہنے لگے کہ میں لیڈری کے قابل نہیں مجھے تو کچھ آتا نہیں ۔ بڑے اصرار کے بعد شیخ صاحب نے آمادگی کا اظہار کیا۔ دفتر بنانے ۔ دفتر کے اخراجات اور دوسری ضرورتوں اور کام کے طریقہ کار کے متعلق شیخ صاحب کو ہدایات دے کر حضور واپس قادیان تشریف لے آئے۔

شیر کشمیر کو تختہ دار پر لٹکانے کی سازش

شیخ محمد عبداللہ پہلے بھی تحریک آزادی کشمیر کے سلسلہ میں تھوڑا بہت کام کر رہے تھے مگر حضور سے ہدایات حاصل کر کے اب آپ نے نئے عزم اور جذبہ کے ساتھ کام شروع کیا۔ سائنٹفک بنیادوں پر ' اولوالعزمی اور ولولہ کے ساتھ ' کام کی انقلابی اٹھان کو دیکھ کر ریاست کو فکر دامن گیر ہوئی ۔ چنانچہ راجہ ہری کشن کول وزیر اعظم کشمیر اور ٹھاکر کرتار سنگھ گورنر جو بڑے

جہاں دیدہ اور گھاگ قسم کے حاکم تھے نے مل کر شیخ صاحب کے خلاف ایک زبردست سازش کا منصوبہ تیار کیا۔ شیخ صاحب اپنی آپ بیتی ۔ آتش چنار میں لکھتے ہیں :۔

" اس سازش کا اصل مقصد مجھے تختہ دار پر پہنچانا تھا تاکہ روز روز کا سردرد ہی ختم ہو جائے ... لیکن کسی طرح اس نام نہاد سازش کی اصلیت کا سراغ کشمیر کمیٹی کے صدر مرزا بشیر الدین محمود کو مل گیا ۔ انہوں نے فوراً وائسرائے ہند لارڈ ولنگڈن کی توجہ اس طرف مبذول کرائی ۔ مہاراجہ ہری سنگھ کو دہلی طلب کر لیا گیا۔ حکومت پھر گھبرا گئی (صفحہ ۱۱۹)

راقم عرض کرتا ہے کہ مہاراجہ کی دہلی طلبی کا یہ واقعہ اس دور کا ہے جب ڈکٹیٹر احرار چوہدری افضل حق کے بقول۔

" کشمیر کے مسلمانوں کی کیفیت یہ تھی کہ وہاں کا ہر ہندو ' تمام اس سے کہ غریب ہو یا امیر ' مسلمان کو رمضانی مار کھانے کی نشانی سمجھ کر راہ چلتے اس کے حصہ اسفل پر ایک ٹھوکر رسید کرنا اپنا پیدائشی حق سمجھتا تھا۔" ۵۵

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نصرت پرنٹرز و پبلشرز لمیٹڈ ربوہ کے افتتاح کے موقع پر۔

شیخ محمد عبداللہ صاحب کی روش بدل گئی

شیخ صاحب ۔۔۔ کانگریس کی گود میں

قارئین کرام!

O وہ شیخ محمد عبداللہ! ۔ جسے حضرت امام جماعت احمدیہ نے کشمیر کی تحریک آزادی کا لیڈر مقرر کیا تھا۔

O وہ نوجوان! ۔ جسے حضرت امام جماعت احمدیہ کی بصیرت، فراست اور بروقت کاروائی نے تختہ دار سے بچا لیا تھا۔

O وہ کشمیری لیڈر! ۔ جو اپنے مکاتیب میں کشمیر کے درماندہ مسلمانوں کے لئے حضور کی جدوجہد کو بے لوث اور بے غرض قرار دیتا تھا اور جسے آئندہ بھی استقامت کے ساتھ جاری رکھنے کا ملتجی رہتا تھا۔

O وہ صدر مسلم کانفرنس! ۔ جسے حضور کے کشمیری مسلمانوں کی خاطر للّٰہی کاموں کا شکریہ ادا کرنے کے لئے الفاظ میسر نہیں تھے اور جو حضور کے روبرو اپنے تئیں ایک بچہ گردانتا تھا۔

O وہ مخلص کشمیری رہنما! ۔ جو احراریوں کے بدک جانے پر، ان کی طرف سے احمدیوں کے خلاف "تبلیغ احمدیت" کے بے بنیاد پروپیگنڈا کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔۔ اور

O وہ عملی کارکن! ۔ جسے حضور نے انگلی پکڑ کر "مسلم کانفرنس" کے ذریعہ مسلم مفاد کی شاہراہ پر قوم کو ساتھ لے کر منظم طریق سے چلنا سکھایا تھا۔

افسوس! کہ حضور کے کشمیر کمیٹی سے مستعفی ہو جانے کے کچھ عرصہ بعد، آہستہ آہستہ غلط روش پر چل نکلا۔ وہ اپنے محسن کے پرخلوص مشوروں اور بے لوث و بے غرضانہ رہنمائی کے برعکس اپنے چند رفقاء کے ساتھ مل کر کانگرسی لائحہ عمل اپنا بیٹھا۔ امام جماعت احمدیہ نے اسے ناپسند کیا۔ بقول چوہدری غلام عباس، شیخ صاحب "نہرو کو اپنا گرو اور غالبا روحانی رہنما بھی سمجھنے لگے۔" ۵۶

حضور نے ایک موقع پر فرمایا:۔

میں نے کشمیری زعماء کو جو طریق بتایا تھا وہ درست تھا مگر انہوں نے کشمیری پنڈتوں کو ساتھ ملایا۔ حالانکہ ہم نے ان سے ہی کچھ لے کر مسلمانوں، سکھوں اور ڈوگروں کو دینا تھا۔" ۵۷

باب نمبر ۱۳   فصل نمبر ۱۲

پنڈت نہرو اور علامہ اقبال کا ایک سا مشورہ

مسلم کانفرنس کے متعلق بقول شیخ محمد عبداللہ انہیں پنڈت جواہر لال نہرو اور علامہ اقبال نے ایک جیسا مشورہ دیا تھا۔ شیخ صاحب کا کہنا ہے۔

"۔ علامہ اقبال نے مجھ سے کہا کہ کشمیریوں کی نجات اسی میں ہے کہ وہ ایک متحدہ تنظیم میں شیرازہ بند ہو جائیں اور مسلم کانفرنس کے دروازے، غیر مسلموں پر بھی کھول دیئے جائیں۔" (آتش چنار صفحہ ۲۲۹)

اسی دور میں مسلم کانفرنس کا وجود ختم کر کے اسے "نیشنل کانفرنس" کا جامہ پہنا دیا گیا۔ ظاہر ہے جماعت احمدیہ اس صورت حال میں شیخ محمد عبداللہ کا ساتھ نہیں دے سکتی تھی۔۔ بقول چوہدری غلام عباس۔

"۔ دراصل تاریخ کشمیر میں یہ بہت بڑا منحوس دن تھا۔ جب وحدت ملی اور قومی شیرازہ بندی کے قصر فلک بوس کی آہنی بنیادوں کو کانگریس اور مہاسبھا کے تعلق کی وجہ سے پاش پاش کر دینے کی طرح ڈالی گئی جس کی انتہا کا یہ عالم ہے کہ آج اس کے باعث کشمیری مسلمان ہی نہیں بلکہ تمام ملت اسلامیہ سوگوار ہے۔" (کشمکش صفحہ ۲۰۴)

CONSTITUENT ASSEMBLY OF PAKISTAN DEBATES

Saturday, 12th March, 1949

قرارداد مقاصد، ۲۲ ممبران کمیٹی میں سے پہلے ۱۰ ممبران

1. The Honourable Sir Muhammad Zafrulla Khan,
2. The Honourable Mr. Ghulam Mohammed,
3. The Honourable Sardar Abdur Rab Khan Nishtar,
4. The Honourable Khwaja Shahabuddin,
5. The Honourable Pirzada Abdus Sattar,
6. The Honourable Mr. Fazlur Rahman,
7. The Honourable Mr. Jogendra Nath Mandal,
8. Maulana Shabbir Ahmad Osmani,
9. Dr. Omar Hayat Malik,
10. Dr. Ishtiaq Husain Qureshi,

کتاب مصنفہ چیف جسٹس حکومت آزاد کشمیر جسٹس محمد یوسف صراف

SIR ZAFRULLAH'S HISTORIC ADVOCACY

Sir Zafrullah made a most remarkable presentation of the Kashmir case. He spoke for five hours and set up a speech-making record in the Security Council, later bettered by Menon in 1957. Having been associated with the Kashmir movement in 1931, he spoke with authority. The pathos of the people of Kashmir, eloquenced by Sir Zafrullah, was so moving that not only did tears roll down his own eyes but also down the cheek of many a delegate and observer. Sir Zafrullah traced the servitude of the people of Kashmir from days of old and spoke in detail how they had been sold by the East India Company for a paltry sum to Maharaja Gulab Singh. He quoted Iqbal's famous verse wherein he had, as long ago as 1931, prophesied the coming up of the Kashmir issue before the League of Nations. About India's lip service to the so-called "high principled morality", he quoted the Indian proverb about the elephant having two types of teeth, one for the purpose of eating and the other for public display. Pandit Nehru was so rattled by the apt comparison, that he used unbecoming language against him.

1049

حکومت آزاد کشمیر کی بنیاد

تقسیم ہند کے وقت پورے کشمیر کو آزاد کرانے کی خاطر حضرت امام جماعت احمدیہ سے رتن باغ لاہور میں کشمیری لیڈروں کی کانفرنس بلوائی۔ اور کہا کہ یہ وقت کشمیریوں کی آزادی کا ہے۔ مفتی اعظم ضیاء الدین صاحب ضیاء کو صدر جمہوریہ کشمیر بننے کو کہا گیا مگر انہوں نے انکار کیا پھر ایک نوجوان قادری صاحب سے کہا گیا۔ انہوں نے بھی انکار کر دیا۔ آخر میں قرعہ خواجہ غلام نبی صاحب گلکار انور (احمدی) کے نام پڑا۔ گلکار انور نے ۴ر اکتوبر ۱۹۴۷ء سے بانی صدر "عارضی جمہوریہ حکومت کشمیر" کے نام سے ہری سنگھ مہاراجہ کشمیر کی معزولی کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد ۱۹۸۵ء تک آزاد کشمیر میں بائیس حکومتیں بنیں۔ پہلی گورنمنٹ کا ذکر ریڈیو پاکستان پر بھی نشر ہوا۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ اور دیگر اخبارات میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ بلقیس تاثیر اپنی انگریزی کتاب "کشمیر شیخ عبداللہ کا" میں صفحہ ۳۱۸ پر لکھتی ہیں:۔

The first Govt. was formed on 4th Oct.1947

by Mr.G.N.Gilkar Anwar.

یعنی پہلی آزاد کشمیر گورنمنٹ کا قیام خواجہ غلام نبی گلکار انور نے ۴ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو کیا۔

۔ حواشی ۔

۱۔ پیسہ اخبار ۔ لاہور ۲۳ جولائی ۱۹۳۱ء

۲۔ زندہ رود ص ۴۳۳

۳۔ تاریخ احمدیت جلد نمبر ۶ ص ۴۶۰

نوٹ : جناب شورش کاشمیری کے مطابق ۔۔۔ " اقبال ' قائداعظم کو دیکھتے تھے اور خود گوشہ نشین تھے یعنی عمل سے الگ تھلگ ۔ گویا ان کا فکر ہی عمل تھا ۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری عموماً کہا کرتے تھے ۔ " اقبال کا قلم تمام عمر صحیح رہا اور قدم اکثر و بیشتر غلط (اقبال کے ہم نشین مرتبہ صابر کلوروی ص ۲۰۷)

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا کہنا ہے کہ ۔۔ " اقبال کے مداحوں اور شیداؤں کیلئے سب سے مشکل اور کٹھن مرحلہ یہی ہے کہ انہوں نے خود اقبال کی بے عملی کو سند کا درجہ دے دیا ہے ۔ حالانکہ ... خود حضرت علامہ نے اپنی بے عملی کا ہمیشہ ایک کمی کی حیثیت سے برملا اعتراف کیا ۔ (ہفتہ وار " نداء " ۸ نومبر ۱۹۸۸ء ص ۳۰)

۴۔ تاریخ احمدیت جلد نمبر ۶ ص ۴۶۰

۵۔ پرچہ ۳۰ جولائی ۱۹۳۱ء

۶۔ انڈین اینویل رجسٹر ۲۲ مارچ ۱۹۳۲ء

۷۔ ص ۔ ۵۸۹

۸۔ ص ۔ ۵۳۴

۹۔ تاریخ احمدیت جلد ۶ ص ۴۹۷

۱۰۔ نوٹ ۔ جناب ایم ۔ ڈی ۔ تاثیر کی بیگم صاحبہ اپنی انگریزی تصنیف " دی کشمیر آف شیخ عبداللہ " میں لکھتی ہیں :۔

" ۔ علامہ اقبال نے تحریک احمدیہ کے سپریم ہیڈ مرزا بشیر الدین محمود احمد کی خدمت میں (Request) درخواست کی کہ وہ کشمیر کمیٹی کے سربراہ بنیں ۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ اقبال جانتے تھے

کہ احمدیہ جماعت ایک فعال جماعت ہے اور مرزا صاحب فنڈز جمع کر سکتے ہیں ۔ والنٹیئرز مہیا کر سکتے
ہیں ۔ ایسے والنٹیئرز جو کشمیری مسلمانوں کے کاز کے لئے کام کریں ۔ (شائع کردہ فیروز سنز لاہور ص ۱۱)

۱۱۔ الفضل ۱۹ نومبر ۱۹۳۱ء

۱۲۔ ص ۵۹۶

۱۳۔ نوٹ : تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۔ چیف جسٹس حکومت آزاد کشمیر کی کتاب " Kashmir's Fight for Freedom " ص ۴۵۹ ۔ مصنف نے ۷۰ شہروں اور قصبات کے تو نام درج کئے ہیں اور جن مقامات کا طوالت کے خوف سے ذکر نہیں کیا ۔ ان کی تعداد " سینکڑوں " لکھی ہے ۔

۱۴۔ پرچہ ۲۰ اگست ۱۹۳۱ء

۱۵۔ پرچہ یکم اکتوبر ۱۹۳۱ء

۱۶۔ انقلاب ۔ ۱۱ مارچ ۱۹۳۲ء

۱۷۔ انقلاب ۔ ۲۰ اپریل ۱۹۳۲ء

۱۸۔ تاریخ احمدیت جلد نمبر ۶ ص ۵۷۳

۱۹۔ ماہنامہ شام و سحر لاہور مارچ ۸۲ء ص ۳۱

نوٹ ۔ حضرت امام جماعت احمدیہ نے نہ صرف لندن میں بلکہ عرب ۔ امریکہ ۔ سماٹرا ۔ جاوا ۔
مصر ۔ اور شام وغیرہ میں بھی مظلوم کشمیری مسلمانوں کی داستانیں پہنچا دیں ۔ اس پروپیگنڈا کا مقابلہ
کرنے کے لئے ریاست کشمیر کو لندن میں (۱۹۳۱ء) چھ سو روپیہ ماہوار تنخواہ پر ایک ایجنٹ مقرر کرنا
پڑا ۔

نوٹ ۔ یہاں ضمناً اس امر کا ذکر غیر مناسب نہ ہو گا کہ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کی نظر
ثانی شدہ کتاب " مسئلہ کشمیر " (از ممتاز صاحب) جدوجہد آزادی کشمیر کے عظیم ہیرو چوہدری غلام
عباس صاحب نام نامی سے معنون و منسوب کی گئی ہے ۔ حالانکہ چوہدری صاحب اس دور میں مودودی
صاحب کی روش سے سخت نالاں تھے ۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ یکم ستمبر ۱۹۴۸ء کے صفحہ اول کی خبر کے
مطابق چوہدری غلام عباس ' تین گھنٹہ تک مودودی صاحب کو قائل کرتے رہے کہ وہ اپنا فتویٰ کہ (
کشمیر کا جہاد جائز نہیں) واپس لے لیں مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے ۔ پھر اسی دور میں چوہدری
صاحب کا درج ذیل بیان شائع ہوا ۔

لاہور ۔ ۲۰ ر اگست ۱۹۴۸ء : آج مقامی اخبار نویسوں کو خطاب کرتے ہوئے آزاد کشمیر گورنمنٹ
کے سپریم لیڈر چوہدری غلام عباس نے کہا کہ ...... شیخ عبداللہ ' اس بات کا بڑا پروپیگنڈا کر رہا ہے کہ

پاکستان میں شرعی نظام کی بڑی بے حرمتی ہو رہی ہے - اور وہاں سیاسی حالت ناگفتہ بہ ہے - حالانکہ مودودی پارٹی یا چند احراری کارکنوں کو حکومت پاکستان نے محض اس لئے گرفتار کیا ہے کہ وہ نہرو اور پٹیل سے پیسے لیتے تھے اور ان کے خفیہ ایجنٹ تھے - " (انقلاب صفحہ اول پرچہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۸ء)

۲۰ - ماہنامہ شام و سحر اگست ۸۲ء ص ۳۳ء (اخبارات کے نام بیان ہم نے "الفضل" سے نقل کیا ہے - پرچہ ۱۸ اکتوبر ۳۱ء)

۲۱ - الفضل ۲۴ ستمبر ۱۹۳۱ء

۲۲ - ا - احمدیت کی مخالفت میں ہر دو پرچوں کی پالیسی ہم آہنگ تھی - اندازہ کیجئے - احمدیت کی مخالفت کے اس دور میں ان دونوں نے مل کر کتنا جھوٹ اچھالا ہو گا - ب - جناب شورش کاشمیری لکھتے ہیں - " زمیندار " بہت دنوں تک " کانگرس " کا حامی رہا - غالباً ۱۹۳۸ء کے آغاز میں سر سکندر حیات نے اس کا رخ پلٹا " (پس دیوار زنداں ص ۱۵۳)

۲۳ - خط مجررہ ۷ / اپریل ۱۹۳۲ء مکاتیب اقبال -

۲۴ - ص ۴۸ پرچہ یکم مارچ ۱۹۹۰ء

۲۵ - الفضل ۹ / فروری ۱۹۳۲ء ص ۱۰

۲۶ - ص - ۶۸

۲۷ - ص - ۳۴

نوٹ: یہاں اس امر کا بیان بھی دلچسپی کا موجب ہو گا کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ اس بات کا شدید متمنی تھا - کہ انگریز، کشمیر پر قابض ہو جائیں - تاکہ کشمیری مسلمانوں کو ریاست کے ظلم و ستم سے نجات حاصل ہو - اس طبقہ کی نمائندگی کرتے ہوئے پیسہ اخبار نے ایک زوردار اداریہ سپرد قلم کیا اور لکھا -

کشمیر کو برٹش انڈیا کا صوبہ بنایا جائے

" --- تمام دنیا میں انگریز قوم ' معدلت گستری ' انصاف پسندی اور بنی نوع انسان کی مصیبت دور کرنے کے لئے نہایت مشہور ہے - ...... ممکن ہے کہ اس قوم کی انصاف دوستی ہی کی بدولت اس چھوٹے سے ملک برطانیہ کو خداوند نے اتنی بڑی سلطنت بنا دی ہے -

.... جب (کشمیر میں) ظلم و ستم کا یہ حال ہے کہ ۹۵ فی صد مسلمان رعایا کو جانوروں کے برابر بھی حقوق حاصل نہیں ہیں تو وہ کب تک خاموش رہ سکتی ہے - ..... اس بارہ میں یہی بہتر ہے کہ ایک کروڑ دے کر مہاراجہ ہری سنگھ سے ریاست کشمیر کو واپس لے لیا جائے اور اس کو برٹش ہندوستان کا ایک صوبہ بنا دیا جائے ..... اگر ایسا نہ کیا گیا تو برٹش گورنمنٹ اور گورنمنٹ آف انڈیا کا نام ابد الاباد

تک ظالموں کی فہرست میں درج رہے گا - (پرچہ ۲ / جولائی ۱۹۳۱ء)

۲۸ - ص ۱۳۸

۲۹ - تاریخ احمدیت جلد نمبر ۶ ص ۶۰۲

۳۰ - کشمیری کمیٹی کے ممبران کی تعداد ۶۳ تھی - ۱۳ ممبروں نے درخواست پر دستخط کیے - ان ۱۳ میں سے ۲ یعنی مولانا عبدالمجید سالک اور پروفیسر عبدالقادر صاحبان کا حضور کو پیغام پہنچا کہ دراصل درخواست دہندگان ' علامہ اقبال کو صدر بنانا چاہتے ہیں اور علامہ کی اپنی بھی یہی خواہش ہے - اس لئے آپ ابھی اجلاس نہ ہونے دیں - مگر حضور نے ان کے مشورہ پر عمل نہ کیا - " (تاریخ احمدیت جلد نمبر ۶ ص ۶۰۸)

۳۱ - الفضل ۲۸ مئی ۱۹۳۳ء

نوٹ --- ۷ / مئی ۱۹۳۳ء کے اجلاس میں پاس کی جانے والی قرارداد کا اہم حصہ یہ تھا کہ --- " آل انڈیا کشمیر کمیٹی " کا یہ جلسہ " سول اینڈ ملٹری گزٹ " میں شائع شدہ بیان سے کہ --- " کمیٹی کے متعدد ارکان نے ایک درخواست اس امر کی بھیجی ہے کہ آئندہ کمیٹی کا صدر " غیر قادیانی " ہوا کرے - " قطعی علیحدگی " کا اظہار کرتا ہے - "

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر صدر کے قادیانی ہونے کی وجہ سے کشمیر میں " تبلیغ احمدیت " ہو رہی تھی اور اسی کی وجہ سے ان کا ہٹایا جانا ' ممبران کے نزدیک ضروری تھا تو کمیٹی کے اس آخری اجلاس میں کمیٹی نے متفقہ طور پر " سول " میں شائع شدہ خبر سے بیزاری اور علیحدگی کا اظہار کیوں کیا؟ اور اس کے ساتھ ہی حضور کی خدمات کو " گراں بہا " اور " مخلصانہ " خدمات قرار دیتے ہوئے انہیں " شاندار خراج تحسین " کیوں پیش کیا؟

۳۲ - سیاست - ۱۸ مئی ۱۹۳۳ء

۳۳ - تاریخ احمدیت جلد نمبر ۶ ص ۶۱۱

۳۴ - ایضاً ص ۶۱۲

۳۵ - ایضاً ص ۶۱۶

۳۶ - ایضاً ص ۶۲۲

۳۷ - سیاست - یکم مارچ ۱۹۳۲ء

۳۸ - آتش چنار ص ۱۳۹ - ۱۴۳

نوٹ: راقم عرض کرتا ہے کہ اپنی جماعت کے انجن کو چلانے کے لئے احرار وقتاً فوقتاً مختلف شخصیتوں / جماعتوں سے سودے بازی کرکے رقم حاصل کرتے رہے -

O -- جناب شورش کاشمیری - قائد احرار " مولانا مظہر علی اظہر کے بارے میں انکشاف کرتے ہیں -

" - مظہر علی کا ذہنی عقد ' ملک خضر حیات خاں (وزیراعظم پنجاب - سربراہ یونی نسٹ پارٹی) سے ہو چکا تھا اور وہ کانگرس کے روپے سے متعہ کر رہے تھے (بوئے گل دود چراغ محفل ص ۳۳۳)

O -- میاں امیرالدین جنہوں نے احرار کے لئے فنڈز فراہم کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا ' کا کہنا ہے کہ

" - احرار نے اعلان کیا تھا کہ وہ خود یہ فنڈز کشمیر میں خرچ کریں گے مگر عملاً ایسا نہ ہوا اور خاصی جمع شدہ رقم ضائع ہو گئی - " (Considerable amount was wasted) (شیخ محمد عبداللہ کا کشمیر از بلقیس تاثیر (انگریزی) ص ۱۰)

O -- بقول رئیس احرار افضل حق -- " تحریک کشمیر میں احرار نے جتنا فنڈ جمع کیا - اس کا بڑا حصہ سگرٹ نوش رضاکاروں کو سگرٹ مہیا کرنے پر صرف ہو گیا (پس دیوار زنداں ص ۱۲۷)

نیا مرحلہ

نوٹ (ا) علامہ اقبال جنہوں نے امام جماعت احمدیہ کے ساتھ کام کیا تھا وہ تو حضور کے استعفیٰ کے بعد اپنے تجربات کی بناء پر یہ اعتراف کرتے ہیں کہ -- " آل انڈیا کشمیر کمیٹی " نے مسلمانوں کی ہمدردی میں صف اول کا رول ادا کیا مگر جماعت اسلامی کے " ممتاز احمد صاحب " نے اپنی کتاب " مسئلہ کشمیر " (نظر ثانی از مولانا ابو الاعلیٰ مودودی) میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ

" - ٹھوس تاریخی شواہد تصدیق کرتے ہیں کہ قادیانیوں کی کشمیر کمیٹی میں شمولیت بے معنی یا محض مسلمانوں کی ہمدردی کے سبب نہ تھی - " اب بتائیے کس کا اعتبار کیا جائے ؟

(ب) جو رہنما تشکیل کمیٹی کے وقت شملہ میں جمع ہوئے - ان میں (صدر کے علاوہ) صرف ایک احمدی تھا (یعنی مولانا عبدالرحیم صاحب درد) مگر جماعت اسلامی کے ممتاز صاحب لکھتے ہیں کہ ان میں اکثریت احمدیوں کی ہی تھی - (مطبوعہ ۱۹۷۰ء)

۳۹ - تحریک قادیان ص ۴۲

۴۰ - تلخیص ص ۱۷۸ - ۱۷۹ مطبوعہ ۱۹۷۱ء

نوٹ (ا) - بعض مصنفین ' گلینسی کمشن کے قیام کو علامہ اقبال کا کارنامہ قرار دیتے ہیں - مگر مصنف زندہ کے مطابق اس کا کوئی واضح ثبوت نہیں ملتا (ص ۴۷۴)

(ب) زمینوں کی ملکیت کے بارے میں جو حقوق ملے - ان کا ذکر کرتے ہوئے حضرت امام

جماعت احمدیہ فرماتے ہیں -

" مجھے سب سے زیادہ خوشی اس امر کی ہے کہ زمینوں کی ملکیت ' ریاست سے لے کر ' زمینداروں کو دے دی گئی - اگر سوچا جائے تو یہ کروڑوں کا فائدہ ہے .... یہ امر کشمیر کی آزادی کی پہلی بنیاد ہے .... مجھے اس تغیر پر دہری خوشی ہے کیونکہ اس مطالبہ کا خیال سب سے پہلے میں نے پیدا کیا تھا اور زور دے کر اس کی اہمیت کو منوایا تھا - بعض لوگوں کا خیال تھا کہ یہ مطالبہ مانا نہیں جا سکتا مگر اللہ تعالیٰ کا محض فضل ہے کہ آخر یہ مطالبہ تسلیم کر لیا گیا - (تاریخ احمدیت جلد نمبر ۶ ضمیمہ ۳۰)

۴۱ - زندہ رود ص - ۵۱۰

۴۲ - ایضاً ص ۶۹۵ + شق نمبر ۱۴ - سر ظفراللہ خاں کے نام سر فضل حسین کے خطوط ۲۶ جون ' ۳ جولائی ۱۹۳۳ء مرتبہ وحید احمد (انگریزی)

۴۳ - نوٹ - برطانیہ میں شائع ہونے والی کتاب " اے ہسٹری آف انڈین پیپلز " کے مطابق

During the year 1931-3 Muslim League's total expenditure did not exeed Rs. 3000/-. In 1933 with a total income of Rs. 1319/- its annual income showed a deficite of Rs. 564/- (Author D.P. Singhal (England 1983) P.374

۴۴ - مکتوبات اقبال بنام نذیر نیازی شائع کردہ اقبال اکادمی (مطبوعہ ستمبر ۱۹۵۷ء اکتوبر ۱۹۷۷ء ص ۱۱۶)

۴۵ - وکلاء کے ضمن میں علامہ کی جدید کشمیر کمیٹی کا کل سرمایہ خدمت کچھ یوں تھا -
مقدمہ علی بیگ میں ۶۹ ملزمان تھے اور ۴۳ گواہ - مسل ہزاروں صفحات پر مشتمل تھی - مقدمہ گیارہ ماہ جاری رہا - " جدید کمیٹی " کے میاں عبدالحی صاحب ایڈووکیٹ نے صرف دو دن بحث کی اور واپس چلے گئے (کشمیر کی کہانی ص ۲۵۶) اسی طرح " سکھ چین " کے مقدمہ کے ابتدا میں ۱۴۹ ملزم تھے - ملک برکت علی صاحب بحث کے لئے تشریف لائے - مگر بحث شروع ہونے میں کچھ دن باقی تھے کہ ڈلہوزی واپس چلے گئے (ایضاً ص ۲۵۷)

۴۶ - راغب احسن کے نام خط ۱۹ ر اگست ۳۳ء " جہان دیگر " ص ۸۱

۴۷ - ایضاً خط ۲۸ ستمبر ۱۹۳۳ء ص ۵۷

۴۸ - ایضاً خط ۱۷ ستمبر ۱۹۳۳ء ص ۵۳

راقم عرض کرتا ہے کہ علامہ کو خود بھی احساس رہا ہے کہ وہ قوم کو جدوجہد کا پیغام تو دے

سکتے ہیں مگر خود میدان عمل کے شاہسوار نہیں ۔ چنانچہ آپ نے میاں بشیر احمد (ابن میاں شاہ دین صاحب) کو بتایا ۔

" ۔ دیکھو ! ٹیگور عملی آدمی ہے اور اس کی شاعری امن و خاموشی کا پیغام دیتی ہے ۔ ادھر میری شاعری میں جدوجہد کا ذکر ہے لیکن میں عملی آدمی نہیں ہوں ۔ " (ملفوظات اقبال ص ۵۰)

اسی طرح نامور دانشور اور ادیب جناب ممتاز حسن نے ۱۹۳۱ء میں لکھا :۔

" اقبال کے قول اور فعل میں تضاد ہے ۔ یہ حقیقت ہے کہ اقبال کی عملی زندگی وہ نہیں جو ہونی چاہئے ۔ "

رسالہ ہمایوں ۱۹۳۱ ۔ " علامہ اقبال ' ممتاز حسن کی نظر میں ۔ " مرتبہ ڈاکٹر محمد معز الدین ص ۹۷ ۔ اقبال اکادمی ۔ لاہور)

۴۹ ۔ خط ۱۷ ر ستمبر ۱۹۳۳ء ص ۵۳

۵۰ ۔ مکاتیب اقبال حصہ اول ص ۴۳۵ محررہ ۹ فروری ۱۹۳۴ء

۵۱ ۔ ذکر اقبال ص ۱۸۸

۵۲ ۔ تاریخ احمدیت جلد نمبر ۶ ص ۶۳۱

۵۳ ۔ جناح اصفہانی کارس پانڈنس ۔ مکتوب ۷ فروری ۴۸ء ص ۵۷۲

۵۴ ۔ اقبال کا فن مرتبہ گوپی چند نارنگ ۔ پیش لفظ مرقومہ ۱۰ ر اپریل ۱۹۸۲ء (ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی نمبر ۲)

۵۵ ۔ تاریخ احرار ص ۳۹ ۔ زمزم بک ایجنسی ۔ موری دروازہ ۔ لاہور

۵۶ ۔ کشمکش ص ۲۱۳

۵۷ ۔ الفضل ۱۱ ر اپریل ۱۹۴۷ء

سابق وزیر قانون حکومتِ آزاد کشمیر

جناب ڈاکٹر سلام الدین صاحب نیاز کی بیٹھک میں

بیٹھک کا دروازہ کھلا تو ایک ہنس مکھ ' نورانی صورت باریش بزرگ کو سامنے کھڑا پایا ۔ گفتگو کے دوران میں انکشاف ہوا کہ عمر ۷۵ سال ہے ۔ منزگام ' تحصیل کلگام ضلع اسلام آباد کشمیر کے باسی ہیں ۔ اہل حدیث مسلک سے وابستہ ہیں ۔ " انجمن مہاجرین کشمیر " کے سرگرم رکن رہ چکے ہیں ۔ نام " سلام الدین نیاز " ہے ۔ ۱۹۷۳ء ۔ ۱۹۷۱ء کے عرصہ میں بحیثیت وزیر قانون ' حکومت آزاد کشمیر میں خدمات سرانجام دے چکے ہیں ۔ مغربی پاکستان لوکل کونسل سروس میں درجہ اول کے افسر اور کراچی سے گجرات تک کے بڑے بڑے شہروں میں ایڈمنسٹریٹر رہ کر گوجرانوالہ میونسپل کارپوریشن سے ریٹائر ہوئے ہیں اور آجکل انجمن حمایت اسلام لاہور کے آنریری فنانس سیکرٹری ہیں ۔ آپ سے بات چیت کرتے ہوئے مخاطب کا ذہن خود بخود اس ملی اور قومی احساس کو چھونے لگتا ہے جو آپ کے دل کی گہرائیوں میں اہالیان کشمیر کے لئے موجزن ہے ۔ عمر کے تقاضے کے اعتبار سے کوئی بھول چوک ہو گئی ہو تو الگ بات ہے ورنہ مختلف مسائل پر آپ کا تجزیہ ایک سند کی حیثیت رکھتا ہے ۔ ہمارے مؤرخوں نے اپنے تئیں تعصب کی قباؤں میں ملبوس کر کے تاریخ کشمیر پر اتنی دھول ڈال دی ہے ۔ کہ اب حقیقتوں کا سراغ لگانے کے لئے بڑی کاوش کرنی پڑتی ہے ۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ کشمیر کے لئے سوز دروں رکھنے والے ' تعصب اور جانبداری کی آلودگیوں سے پاک ' سچ کہنے اور سچ سننے کا حوصلہ رکھنے والے اس بزرگ کی ' تاریخ کشمیر کے اس دور کے بارے میں سوچ کیا ہے ۔ جس کا مسودہ لے کر میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا ۔

راقم نے اپنا تعارف کراتے ہوئے اور حاضری کا مقصد بتاتے ہوئے عرض کیا کہ میرا نام شیخ عبدالماجد ہے ۔ ملازمت کے آخری دور کا معتدبہ حصہ واپڈا اکاؤنٹس ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ میں بطور " لیکچرار " گزرا ہے ۔ ریٹائرمنٹ سے کچھ عرصہ پیشتر جناب جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال

کی تصنیف " زندہ رود " کے مطالعہ کا موقعہ ملا۔ میں احمدیہ جماعت سے وابستہ ہوں۔ اس تصنیف میں مجھے " اقبال اور احمدیت " کے موضوع سے دلچسپی تھی۔ مجھے احساس ہوا کہ مصنف نے اس موضوع پر معاملات کی پوری طرح چھان پھٹک نہیں کی۔ میں نے اس پر " تبصرہ " لکھنا شروع کیا تو یہ مسودہ ۴۰۰ صفحات پر محیط ہو گیا۔ میں نے اس بزرگ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ڈاکٹر صاحب! تاریخ کشمیر پر آپ کی گہری نظر ہے۔ آپ کے کئی تحقیقی مضامین ملک کے جرائد و اخبارات میں شائع ہوتے رہے ہیں ---" زندہ رود " کے حوالے سے میرے تبصرہ کے ۶۰ کے قریب صفحات کا تعلق ۳۳-۱۹۳۱ء کی آل انڈیا کشمیر کمیٹی سے ہے۔ جس کی صدارت، برصغیر کے مسلم زعماء کے اجلاس میں علامہ اقبال کی تحریک و اصرار اور خواجہ حسن نظامی کی تائید پر حضرت امام جماعت احمدیہ مرزا بشیرالدین محمود احمد کے سپرد کی گئی تھی ---میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو یہ حصہ ملاحظہ فرما کر قابل اصلاح امور کی نشاندہی فرما دیں۔

ڈاکٹر صاحب! مجھے کشمیر کے معاملات سے گہری دلچسپی ہے۔ میں آپ کا مسودہ بخوشی دیکھوں گا۔ آپ یہ فائل چند روز کے لئے میرے پاس چھوڑ جایئے۔

چند دنوں کے بعد خاکسار ۳۰ر دسمبر ۱۹۹۰ء کو حاضر خدمت ہوا۔ تو آپ نے بڑی خندہ پیشانی سے خوش آمدید کہا اس موقعہ پر قریباً تین گھنٹہ تک آپ کی بیٹھک میں جو گفتگو ہوئی اس کا خلاصہ کچھ یوں ہے۔

سوال: ڈاکٹر صاحب! کیا آپ کو میرا مسودہ دیکھنے کا موقعہ ملا۔

ڈاکٹر صاحب: جی ہاں۔ میں نے سارا مسودہ پڑھ لیا ہے۔

سوال: کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ اس مسودہ کے مندرجات سے آپ کو کس حد تک اختلاف اور کس حد تک اتفاق ہے؟

ڈاکٹر صاحب: آپ نے جو کچھ لکھا ہے میرے نزدیک اس سے اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ بلکہ ایک بات مجھے کھٹکتی ہے۔ میرا تاثر یہ ہے کہ زندہ رود میں اٹھائے گئے نکات پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ نے کچھ معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا ہے

خاکسار: میں آپ کے تاثر کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکا۔ کیا آپ وضاحت کرنا پسند کریں گے کہ معذرت خواہانہ رویہ سے آپ کی مراد کیا ہے؟

ڈاکٹر صاحب: آپ نے اپنی تحریر کو محتاط طریق پر لکھا ہے۔ شاید اس لئے کہ قارئین معترض نہ ہوں کہ آپ نے اپنے امام کی تعریف کی ہے۔ حالانکہ واقعات کو واقعات کی صورت میں بیان کرنا تعریف کے زمرے میں نہیں آتا۔ تاریخ اپنے آپ کو واقعات کی صورت میں بیان کرتی ہے۔ اس کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ کوئی اس سے خوش ہوتا ہے یا خفگی کا اظہار کرتا ہے۔

تحریک حریت کشمیر میں مرزا صاحب (مراد حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد دوسرے جانشین ۱۸۸۹ - ۱۹۶۵ء) کا خاصا Contribution (حصہ) ہے۔ بالخصوص کشمیر کمیٹی کے توسط سے۔ حریت کشمیر کی ابتدا سے اس کے ارتقائی مراحل پر اگر نظر ڈالیں۔ تو تشکیل کمیٹی (۲۵ر جولائی ۱۹۳۱ء بمقام شملہ) سے چند روز قبل (۱۳ر جولائی ۱۹۳۱ء) کو مرزا صاحب نے وائسرائے ہند لارڈ ولنگڈن کو ایک طویل تار بھجوایا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ جموں کے حکمرانوں نے کشمیر کو فتح نہیں کیا تھا بلکہ انگریزوں نے اسے ایک معمولی رقم کا معاوضے میں ان حکمرانوں کے ہاتھ فروخت کیا تھا۔ اس لئے کشمیر میں جو ظلم و ستم ہو رہا ہے اس سے انگریز بری قرار نہیں دیئے جا سکتے اب اگر آپ نے مداخلت نہ کی۔ تو ہو سکتا ہے مسلمان گول میز کانفرنس میں شرکت سے انکار کر دیں۔ اور کانگریس کی ہمنوائی کرنے لگیں۔

پہلے تو مرزا صاحب ازخود (یکم اگست ۱۹۳۱ء) کو وائسرائے سے ملے۔ اور کشمیریوں کو ان کے حقوق دلوانے کی طرف توجہ دلائی۔ پھر کشمیر کمیٹی کا وفد ۴ر اپریل ۱۹۳۲ء کو ان کی خدمت میں بھیجا۔ اس وفد میں خواجہ حسن نظامی۔ مولانا شفیع داؤدی۔ نواب گنج پورہ۔ مولانا اسمٰعیل غزنوی۔ سید محسن شاہ۔ خان بہادر رحیم بخش۔ ڈاکٹر شفاعت احمد خاں۔ سید حبیب۔ چوہدری ظفر اللہ خاں اور مولوی عبدالرحیم درد شامل تھے۔ اس وفد نے کشمیریوں پر ہونے والی چیرہ دستیوں سے وائسرائے کو آگاہ کرتے ہوئے اس کے رفع کرنے کے لئے مناسب اقدامات کرنے پر زور دیا۔ کہ وزارت میں مسلمان گورنر اور کم از کم دو مسلمان وزراء لئے جائیں۔ مرزا صاحب کی اس نوع کی آئینی کاوشوں کے نتیجہ میں ہی (Glancy) گلینسی کمشن کا قیام عمل میں آیا تھا۔

سوال: کشمیر کمیٹی آئینی ذرائع سے کام لیتی تھی اور مجلس احرار تشدد اور جتھہ بازی سے۔ بعض حلقوں کا کہنا ہے کہ موالذکر کاوش زیادہ ثمر آور تھی۔

ڈاکٹر صاحب: قطعاً نہیں۔ احرار کے کردار پر ان کی اپنی تاریخ گواہ ہے نیز شورش کاشمیری کی تحریریں بھی۔ میں نے ہفت روزہ "استقلال" میں اس پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا تھا۔

"۔ کچھ لوگ یہ دعویٰ کرتے تھے کہ اگر ریاست کی حکومت کا مقابلہ آئینی طور طریقوں سے کیا گیا تو کچھ نتیجہ برآمد نہ ہو گا۔ لیکن صحیح طریق کار یہی تھا کہ جدوجہد آزادی کو آئینی ذرائع سے چلایا جائے۔ چنانچہ اس کے خوشگوار نتائج برآمد ہوئے۔ اہالیان ریاست نے بھی بے پناہ قربانیاں دیں اور بیرونی ہمدردوں نے بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اگر بیرونی دباؤ خصوصاً حکومت برطانوی ہند کا مسلسل دباؤ مہاراجہ اور حکومت جموں و کشمیر پر نہ پڑتا تو اتنی قربانیوں کے باوجود مسلمانانِ کشمیر کچھ نہ کر سکتے۔ سب کوششوں اور قربانیوں کے یکجا ہونے سے ہی اچھے نتائج پیدا ہوئے۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے نمائندوں نے مسٹر گلانسی اور مسٹر ڈلٹن سے بار بار ملاقاتیں کیں اور ان سے کشمیری عوام کے مطالبات کی منظوری کی سفارش کرنے پر زور دیا۔ پھر ۲۳ اپریل ۱۹۳۲ء کو آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا وفد مسٹر کالون وزیراعظم کشمیر سے ملا۔ اس وفد میں مسٹر عبدالمجید ملک۔ مولوی محمد یعقوب۔ سید میرک شاہ اور مولانا عبدالرحیم درد شامل تھے۔ حکومت ہند کے دباؤ کے ضمن میں چوہدری غلام عباس صاحب کی یہ شہادت بڑی اہم ہے۔

" آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے پیہم اصرار کے باعث حکومت ہند کا معاملات کشمیر میں دخل انداز ہونا ناگزیر ہو گیا۔ (کشمکش ص ۱۱۱)

سوال: آپ نے زبانی گفتگو میں فرمایا تھا کہ آپ کو رتن باغ لاہور میں ۴۸-۱۹۴۷ء کے دوران میں مرزا صاحب سے متعدد ملاقاتوں کا شرف حاصل ہوا اور یہ کہ

I have yet to see such a great leader

اور پھر یہ کہ آپ کے دل میں ان کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ اتنی گہری قدر و منزلت کی اہم وجوہات کیا ہیں؟

ڈاکٹر صاحب: ایک تو میں نے بتایا نا! حریت کشمیر کی مہم میں مرزا صاحب کا خاصا Contribution ہے۔ دوسرے میں نے رتن باغ کی ملاقاتوں میں محسوس کیا۔ کہ وہ پین اسلام ازم کے بڑے علمبردار اور ایڈووکیٹ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ابتداء سے کشمیر کے مسلمانوں کی امداد کرتے آ رہے تھے۔ اگرچہ ان پر الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ اپنی جماعت کے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے کشمیر کی سیاست میں دخل دیتے تھے۔ مگر میں اس بات سے

متفق نہیں ہوں۔

ماجد صاحب! مرزا صاحب سے ملاقات کرنے والا میں اکیلا نہیں تھا۔ بلکہ ایک وفد ہوتا تھا۔ اور اس وفد میں سردار گوہر رحمٰن جو مسلم کانفرنس کے بانیوں میں تھے۔ خان محمد رفیق خاں ریٹائرڈ لائبریرین سری پرتاپ سنگھ لائبریری۔ میر عبدالمنان ایم اے۔ ایل ایل بی (جو اب بھی کراچی میں موجود ہیں) چوہدری کریم بخش صاحب جنجوعہ۔ غلام قادر سوپوری، خواجہ علی محمد بابا، مفتی ضیاء الدین ضیاء، چوہدری محمد اسماعیل ایڈووکیٹ، خواجہ عبدالغفار ڈار۔ خواجہ غلام نبی گلکار وغیرہ شامل تھے۔

مرزا صاحب کے بارے میں ان سب کے تاثرات یہی تھے جو میرے ہیں۔

سوال: ڈاکٹر صاحب! اس قسم کے وفدوں میں اکثریت غیراز جماعت حضرات کی تھی۔ کیا آپ کو یاد ہے مرزا صاحب نے کسی موقع پر آپ لوگوں کو "تبلیغ احمدیت" کی ہو۔

ڈاکٹر صاحب: تبلیغ تو دور کی بات ہے انہوں نے تو کبھی تبلیغ احمدیت کے سلسلہ میں اشارتاً یا کنایتاً بھی ایک لفظ تک نہ کہا۔

ماجد صاحب۔ اس موقع پر میں آپ کو ایک لطیفہ سناؤں۔ ایک دن اس موضوع پر بات ہونے لگی۔ کہ شیخ محمد عبداللہ کی آپ نے ہر طرح امداد کی۔ اس کے باوجود جب شیخ صاحب پر دباؤ پڑا۔ تو انہوں نے مرزا صاحب! آپ سے پیچھا چھڑا لیا۔ اگر ایسا ہی موقعہ ہم پر بھی آن پڑے۔ اور جمہور المسلمین ہم سے دریافت کریں کہ آپ احمدیوں کو کیا سمجھتے ہیں؟ میں نے مرزا صاحب سے کہا۔ کہ آپ صاف گوئی سے مجھے بتائیں کہ اگر ہم جمہور سے اتفاق کرتے ہوئے آپ کے متعلق وہی الفاظ استعمال کریں جو شیخ عبداللہ نے کہے تو کیا آپ ہم سے ناراض تو نہیں ہوں گے؟ اس پر مرزا صاحب نے ازخود فرمایا۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم کافر ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ بالکل یہی مطلب ہے۔ اس گفتگو کے دوران مولانا عبدالرحیم درد پیچھے سے میرا کوٹ کھینچ رہے تھے۔ مدعا ان کا یہ تھا کہ نیاز صاحب! ادب ملحوظ خاطر رکھئے۔ مرزا صاحب کی بصیرت افروز نظروں نے درد صاحب کو دیکھ لیا۔ مسکرا کر فرمانے لگے۔ ڈاکٹر نیاز صاحب کو کہنے دو جو کچھ کہتے ہیں۔ بہرحال مرزا صاحب نے فرمایا۔ کہ آپ بھی بے شک ہمیں کافر کہہ لیں۔ ہمیں اس سے کیا فرق پڑے گا!

ماجد صاحب! اتنی صاف گوئی کے باوجود اگر کوئی یہ کہے کہ تحریک کشمیر کی آڑ میں مرزا

صاحب اپنے عقائد کا پرچار کرنا چاہتے تھے تو میرے پاس اس کا کیا علاج ہے۔

ماجد صاحب! جب مرزا صاحب کے خلاف تبلیغ احمدیت کے الزام کو اچھالا جا رہا تھا۔ ان دنوں جن کشمیری لیڈروں نے اس الزام کی تردید کی۔ میرے نزدیک ان میں سب سے اہم بیان **میرواعظ احمد اللہ ہمدانی** کا ہے۔ جسے آپ نے شاید اپنے مقالہ میں درج نہیں کیا۔ میر واعظ ہمدانی بریلوی مکتب سے منسلک تھے اور ان کا کشمیر میں بہت بڑا مقام تھا۔ انہوں نے مرزا صاحب کو خط بھیجا تھا جو اخبارات میں بھی شائع ہوا کہ میں قادیانیت سے دور ہوں مگر سیاسی مصالح کے لحاظ سے متحدہ محاذ بنانے کے حق میں ہوں۔ کشمیر کمیٹی اور جناب (مرزا صاحب) کی انتھک کوشش ہمارے دلی شکریہ کی مستحق ہے، جس کی ہروقت کی امداد اور قیمتی مشوروں نے مشکلات کے حل کرنے میں آسانیاں پیدا کیں۔ آپ کے بھجوائے ہوئے وفود ہمارے کاموں میں پوری دلچسپی لے رہے ہیں۔ آپ ظفر علی خاں کے پروپیگنڈے سے بددل نہ ہوں۔ ہر کشمیری آپ کا ممنون ہے۔

سوال: ڈاکٹر صاحب! میں نے ۱۹۴۸ء کے سول اینڈ ملٹری گزٹ کے کسی پرچے میں چوہدری غلام عباس کا بیان پڑھا تھا کہ میں مولانا مودودی صاحب کو تین گھنٹے تک قائل کرتا رہا کہ آپ جہاد کشمیر کو حرام قرار دیا جانے والا اپنا فتویٰ واپس لے لیں۔ مگر مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ آپ اس بیان پر روشنی ڈال سکیں گے؟

ڈاکٹر صاحب: مجھے چوہدری صاحب کا یہ بیان تو یاد نہیں مگر یہ یاد ہے کہ مودودی صاحب کے فتوئی کے خلاف ہم نے مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی سے فتویٰ حاصل کیا تھا اور کشمیر لبریشن فرنٹ کی طرف سے اس کو فارسی۔ عربی۔ اردو۔ انگریزی اور فرانسیسی میں شائع کرا کے کثرت سے تقسیم کیا تھا۔

سوال: جن حضرات کا آپ نے ذکر کیا ہے کہ وہ آپ کے ہمراہ رتن باغ لاہور میں مرزا صاحب سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے۔ کیا آپ نے ان کے علاوہ کسی دیگر لیڈر کو بھی وہاں جاتے دیکھا ہے۔

ڈاکٹر صاحب: میرا ذاتی مشاہدہ تو نہیں ہے۔ مگر سننے میں آتا تھا۔ کہ خود یا کسی کے واسطہ سے خان لیاقت علی خان۔ نواب ممدوٹ۔ میاں ممتاز خاں دولتانہ وغیرہ بھی مرزا صاحب سے مشورہ حاصل کرنے والوں میں شامل تھے۔

سوال: کوئی اور قابل ذکر بات؟

ڈاکٹر صاحب: مرزا صاحب اکثر کہا کرتے تھے کہ **شیخ عبداللہ** کو اب بھی رام کیا جا سکتا ہے۔ اسے اب بھی اپنی مٹھی میں بند کر سکتا ہوں۔ میری اس سے ایک دفعہ ملاقات کروادی جائے۔

سوال: پھر اس ملاقات میں کیا امر مانع تھا؟

ڈاکٹر صاحب: یہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اندازہ تھا کہ "مرزا صاحب۔ عبداللہ" ملاقات کو انگریز سخت ناپسند کرتا تھا۔ انڈیا کو بھی یہی خطرہ تھا کہ سابقہ دور میں مرزا صاحب کے چونکہ اس لیڈر پر ذاتی و قومی احسانات ہیں۔ اس لئے اگر ان کی ملاقات ہو گئی تو شاید وہ رام ہو جائے اور پاکستان کا حامی ہو جائے۔ اور ہماری ساری سکیم ناکام ہو جائے۔

بہرحال مرزا صاحب کی باتوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ شیخ صاحب کے خیالات کا دھارا پلٹ سکتے ہیں۔ بس دو ایک ملاقاتوں کے مواقع حاصل ہونے کی دیر ہے۔

سوال: انجمن مہاجرین میں آپ کا خاصا کردار رہا ہے۔ اس انجمن کا تعارف اور مرزا صاحب کا اس سے تعاون! اس پہلو پر کچھ روشنی ڈالنا پسند فرمائیں گے۔

ڈاکٹر صاحب: انجمن مہاجرین اکتوبر ۱۹۴۸ء میں قائم ہوئی تھی۔ کشمیر سے کشمیری محنت مزدوری کرنے کے لئے بارڈر کراس کر کے آیا کرتے تھے۔ فیروز پور۔ امرتسر وغیرہ بارڈروں پر تین تین چار چار سو کشمیریوں کو گرفتار کر لیا جاتا۔ ابھی ویزا اور پاسپورٹ کا سسٹم جاری نہیں ہوا تھا۔

البتہ پرمٹ سے انڈیا آنا جانا تھا۔ میں مہاجرین کو ضمانت پر لے آیا کرتا تھا۔ چیف منسٹر مسٹر دولتانہ سے گفتگو میں یہ فیصلہ ہوا کہ قانون کے تقاضے پورا کرنے کے بعد ان لوگوں کو رہا کر دیا جائے۔ تاکہ محنت مزدوری کر کے پیٹ پال سکیں۔ ادھر صوبہ جموں کے مسلمان۔ جن کو جموں سے زبردستی نکالا گیا تھا۔ ان کا زبردست ریلا آیا۔ ان کی آباد کاری کا مسئلہ بھی زیر نظر تھا۔ ان دنوں سیٹلمنٹ کے کام میں ایم۔ ایم احمد صاحب کا خاصا دخل تھا۔ کشمیریوں کی یہ ہجرت زیادہ تر گجرات۔ گوجرانوالہ۔ جہلم۔ سیالکوٹ۔ لاہور کے بارڈروں سے ہوتی تھی۔

اس لئے انجمن مہاجرین نے اپنے تمام ذرائع اختیار کر کے ان کی آباد کاری کے لئے ایک کمیٹی بنائی۔ جس کے صدر خان محمد رفیق خان مرحوم تھے۔ اور میں جنرل سیکرٹری مقرر ہوا۔

مجلس منتظمہ میں وہ لوگ تھے جن کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں۔ جب ہم سیٹلمنٹ کی کوششیں کرنے لگے تو مناسب سمجھا گیا کہ مرزا صاحب سے ملاقات کر لی جائے۔ اس پر سردار گوہر رحمٰن نے اپنی پرانی واقفیت کی بناء پر مرزا صاحب سے سلسلہ جنبانی شروع کی۔ یوں انجمن مہاجرین کے مرزا صاحب سے مراسم ہو گئے۔ اس کے بعد مرزا صاحب نے قدمے۔ سخنے۔ درمے۔ دامے مہاجرین کی امداد کی۔ اس ضمن میں بھی ایک لطیفہ بیان کر دوں۔ ایک دن "سول" میں ایک خبر چھپی کہ کشمیر تقسیم ہو رہا ہے۔ شام کو مولانا درد۔ سید ولی اللہ شاہ۔ شیخ بشیر احمد دھڑا دھڑ میرے مکان پر آئے۔ معلوم کرنے پر انہوں نے بتایا کہ مرزا صاحب نے آپ کو صبح ۹ بجے یاد فرمایا ہے۔ میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ آپ نے "سول" کی خبر پڑھی ہے؟ میں نے عرض کی کہ ہاں! میری نظر سے گزری ہے۔ آپ نے میرے تاثرات پوچھے تو میں نے کہا کہ کشمیر کی تقسیم کا سوچنا ہی غلط ہے۔ جو شکست تسلیم کرنے کے مترادف ہو گا۔ اور اگر یہ ناگزیر ہے تو صوبہ کشمیر کا ضلع لداخ، پاکستان سے ہرگز علیحدہ نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس کے فوجی۔ سیاسی اور اقتصادی پہلو ایسے ہیں جو پاکستان کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ لداخ کے بارڈر چین، روس، افغانستان، پاکستان اور ہندوستان سے ملتے ہیں اور اگر خدانخواستہ لداخ کشمیر سے کٹ جائے۔ تو پاکستان چار مملکتوں کے درمیان گھر جائے گا۔

سیاسی پہلو یہ ہے کہ ضلع لداخ جس میں گلگت اور بلتستان شامل ہے، میں بودھ اور دیگر اقلیتیں، اقلیت میں ہیں اور مسلمان غالب اکثریت میں ---- اقتصادی پہلو یہ ہے کہ کشمیر کی سب سے بڑی اور قیمتی دستکاری، صنعت و حرفت میں پشمینہ اور شال دوشالے ہیں۔ جن کے لئے اون صرف لداخ سے آتی ہے اور کہیں سے دستیاب نہیں ہوتی کیونکہ پشمینہ کی بکری صرف لداخ میں ہے اگر لداخ کٹ گیا۔ تو کشمیری دستکار بھوکے مر جائیں گے۔

مرزا صاحب نے مجھے فرمایا کہ یہ باتیں آپ کو سر ظفر اللہ خاں تک پہنچانا چاہئیں۔ جو اس وقت فارن منسٹر تھے۔ اور کشمیر کیس کے سلسلہ میں یو این او جانے والے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ میں دو آدمیوں سے نہیں ملوں گا۔ ایک سر ظفر اللہ خاں سے اور دوسرے شیخ دین محمد سے۔ کیونکہ ان دونوں سے گفتگو کرتے ہوئے میں گھبرا جاتا ہوں۔ ان کی مخاطب پر گرفت بڑی سخت ہوتی ہے۔

مرزا صاحب نے مجھے نصیحتاً فرمایا کہ یہ قوم اور ملک کا مسئلہ ہے کسی کی ذات کا نہیں۔ سر ظفر اللہ ناراض ہوں یا کرخت لہجے میں گفتگو کریں۔ اس کی پروا کیے بغیر آپ اپنا مافی الضمیر ان تک پہنچا دیں۔ مرزا صاحب نے فرمایا۔ آپ فوری کراچی جائیں اور چوہدری صاحب سے مل لیں۔ چنانچہ میں کراچی گیا تو خلاف معمول ممتاز صاحب (جو سر ظفر اللہ خاں کے P.A رہ چکے تھے اسٹیشن پر لینے آئے ہوئے تھے۔ اور سر ظفر اللہ خاں نے بھی دروازے پر آ کر میرا استقبال کیا۔ چنانچہ میں نے اس ملاقات میں یہ تمام باتیں چوہدری صاحب تک پہنچا دیں۔

ماجد صاحب! مرزا صاحب کے متعلق آپ کو کیا بتاؤں!!

He was a great man' Great litrary genious' Theologist Historian' and Great Economist

(حضور کے علوم ظاہری و باطنی سے پر ہونے کے متعلق مزید شہادتوں کے لئے دیکھئے ص ۵۰۲، ۵۰۴ (شیخ عبدالماجد)۔

ان سے کسی بھی موضوع پر گفتگو کی جائے۔ طرز تکلم و تحریر و تقریر کے۔ He was a Master کشمیر کے اسیروں کی رستگاری کے لئے جو کام انہوں نے کیا ہے۔ میری نظروں میں وہ ایک کام ہی ان کی قدر و منزلت کرنے کے لئے کافی ہے۔

سوال: مرزا صاحب نے کشمیریوں کی بہبودی کے کام کے سلسلہ میں سید ولی اللہ شاہ صاحب اور مولانا عبدالرحیم صاحب درد کو خاص طور پر لگایا۔ کیا آپ کو ان سے ملاقات کا بھی موقع ملا۔ آپ ان کے بارے میں کیا تاثرات رکھتے ہیں۔ مختصراً

ڈاکٹر صاحب: جہاں تک سید ولی اللہ شاہ صاحب کا تعلق ہے۔ میں نے ان کو رتن باغ میں دیکھا ہے۔ وہ مرزا صاحب کے خاص کارندوں میں سے تھے۔ سرخ و سفید خوبصورت وجود سوٹڈ بوٹڈ۔ باریش۔ کوئک ان ایکشن۔ ساؤنڈ او پنین۔ پرامٹ ان ٹاکنگ

تاریخ کشمیر کے معاملات پر شاہ صاحب بہت عبور رکھتے تھے۔ مرزا صاحب نے انہیں راجہ پونچھ سے مذاکرات کے لئے بھیجا تھا۔ شاہ صاحب نے انتہائی قابلیت سے مذاکرات کئے اور متعدد امور پر اسے قائل کر کے مسلم کانفرنس کے جلسہ میں یہ کارگزاری بیان کی۔ میں نے جلسہ میں آپ کی تقریر سنی تھی۔ گو مجھے اس وقت احمدی، غیر احمدی تنازعہ کا شعور نہیں تھا۔

جہاں تک درد صاحب کا تعلق ہے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے۔ جنہوں نے تاریخ حریت کشمیر کو اپنے ہاتھوں سے رقم کیا ہے۔ مسلم حقوق کے لئے جتنے میمورنڈم حکومت

کشمیر یا برطانوی حکومت کو پیش ہوئے ان کے ڈرافٹ میں درد صاحب کا خاصا حصہ تھا۔ اس کارگزاری میں شیخ دین محمد (بعد میں گورنر سندھ) اور سید محسن شاہ ان کے ممد و معاون ہوتے تھے۔ درد صاحب کے ذہن کی کاوش ان میں کسی نہ کسی مرحلہ پر شامل تھی۔ بعد میں کشمیری لیڈر ان میں اپنی پسند، ناپسند کے مطابق تبدیلیاں کر لیتے۔ درد صاحب بڑے سادہ انسان تھے۔ انگریزی زبان پر انہیں بڑا عبور حاصل تھا۔

آپ بھی مرزا صاحب کے معتمد کارندوں میں سے تھے۔

سوال: خواجہ غلام نبی گلکار، شیخ محمد عبداللہ اور مجلس احرار کے لیڈر مولانا مظہر علی اظہر سبھی کے آپ سے مراسم تھے۔ ان کے متعلق آپ کے تاثرات کیا ہیں۔

ڈاکٹر صاحب: ماجد صاحب! مجلس احرار اور اس کے لیڈروں کو تو چھوڑیئے! یہ تو کشمیر کیس کو Kill کرنے والے تھے۔ چوہدری غلام عباس مرحوم اگرچہ قائداعظم کے ہم پلہ نہ تھے تو ان سے کسی صورت کم بھی نہیں تھے۔ قائداعظم نے خود ۱۹۴۴ء میں جامع مسجد سری نگر کے جلسہ میں انہیں "رئیس الاحرار" کا خطاب دیا تھا۔ ان کی سوانح حیات "کشمکش" احرار کے کردار پر سند ہے۔ اس سے زیادہ آپ اور کیا چاہتے ہیں؟

جہاں تک خواجہ غلام نبی گلکار کا تعلق ہے۔ میں شروع سے انہیں جانتا ہوں۔ سٹوڈنٹ کیریئر سے کام کرنے والا مخلص نوجوان تھا۔ اچھا ورکر تھا۔ آدمی ہونے کے ناطے سے بڑا اچھا جنٹلمین تھا۔ مرنجا رنج قسم کا آدمی تھا۔

اور شیخ عبداللہ۔ یہ شخص فی الحقیقت Great Leader کہلانے کا مستحق ہے۔ کشمیر میں جو کچھ ہے۔ کشمیری مسلمانوں کو ذہنی۔ سیاسی۔ اقتصادی دولت کے ملنے میں اس شخص کی قربانیوں کا بڑا دخل ہے۔ البتہ انسانی کمزوری کے باعث بعد میں اس لیڈر نے نہ صرف کشمیریوں سے غداری کی بلکہ میرے نزدیک عالم اسلام سے بھی غداری کی۔ اگر یہ شخص پاکستان کا حامی بنتا تو نہ تو پنجاب تقسیم ہوتا نہ مجیب الرحمٰن کو بنگلہ دیش بنانے کا راستہ ملتا۔ میرے نزدیک ان تمام گناہوں کا سزاوار شیخ عبداللہ ہے۔ وہ بہت بڑا تخریب کار ثابت ہوا۔ اسے ذاتی اقتدار کی ہوس نے قوم کا مجرم بنا دیا۔ اسے خدشہ تھا کہ اگر میں پاکستان سے مل گیا تو شاید مجھے اقتدار اعلیٰ میں وہ عالی مقام نہ مل سکے۔ جس کا پاکستان میں چوہدری غلام عباس کو مستحق سمجھا جاتا تھا۔ اس شخص نے کشمیر کو ہندوستان کے حوالے کر کے اپنے لئے تو وقتی

چوہدری ظفراللہ خان۔ چوہدری محمد علی۔

"کشمیر کا مسئلہ کشمیر میں حل ہو گا"

چوہدری ظفراللہ خان پریس کانفرنس نیویارک ۱۹۴۸ء

شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ

حکومت آزاد کشمیر کے دورے کے موقع پر

وزیر خارجہ جناب شیخ منظور قادر۔ وزیر قانون حکومت آزاد کشمیر (ڈاکٹر [illegible]ام الدین صاحب نیاز۔ جناب محمود علی صاحب قصوری و دیگر چند ذمہ دار عہدیداران۔)

طور پر وزیر اعظم کا منصب حاصل کر لیا۔ مگر پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرا کے مسلم مستقبل کو تاریکیوں میں ڈبو دیا۔

سوال: ڈاکٹر صاحب! علامہ اقبال کے دور صدارت میں کوئی خاص کام نہ ہو سکا۔ اس کی آپ کے نزدیک کیا وجوہ تھیں؟

ڈاکٹر صاحب: میں اپنے ایک مضمون میں لکھ چکا ہوں۔ کہ جس یک سوئی سے مرزا صاحب والی کشمیر کمیٹی کام کر رہی تھی، جدید کشمیر کمیٹی کام نہ چلا سکی۔ بے چینی پھیلی، خاطر خواہ مالی، قانونی امداد نہ پہنچنے کے باعث پکڑ دھکڑ کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ عہدیدار، کارکنوں کے لئے مناسب انتظامات نہ کر سکے۔ چنانچہ تحریک بہت جلد افراتفری کا شکار ہو گئی۔

ڈاکٹر سلام الدین نیاز
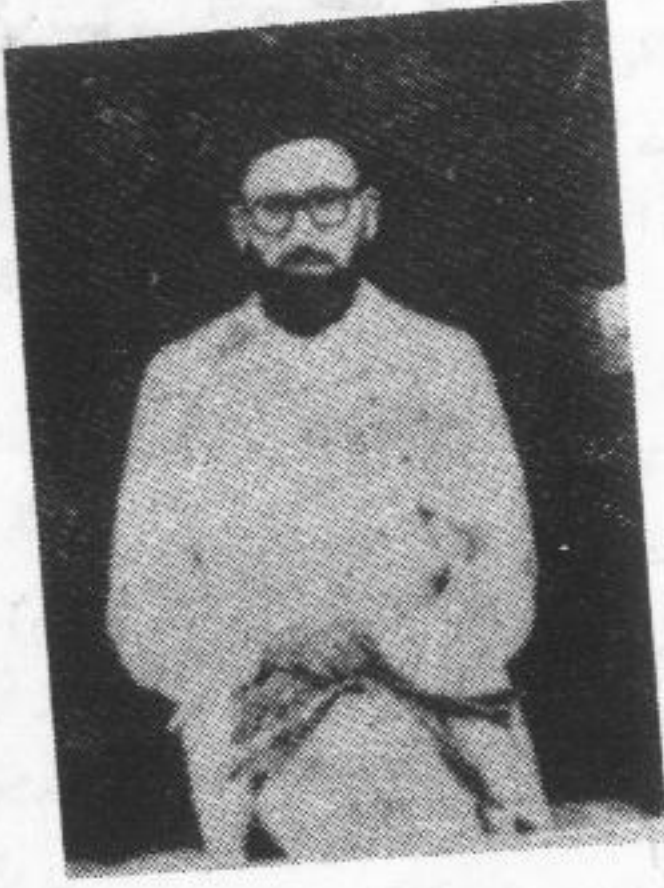
مولانا عبدالرحیم صاحب درد

سید ولی اللہ شاہ صاحب

شیخ محمد احمد صاحب مظہر
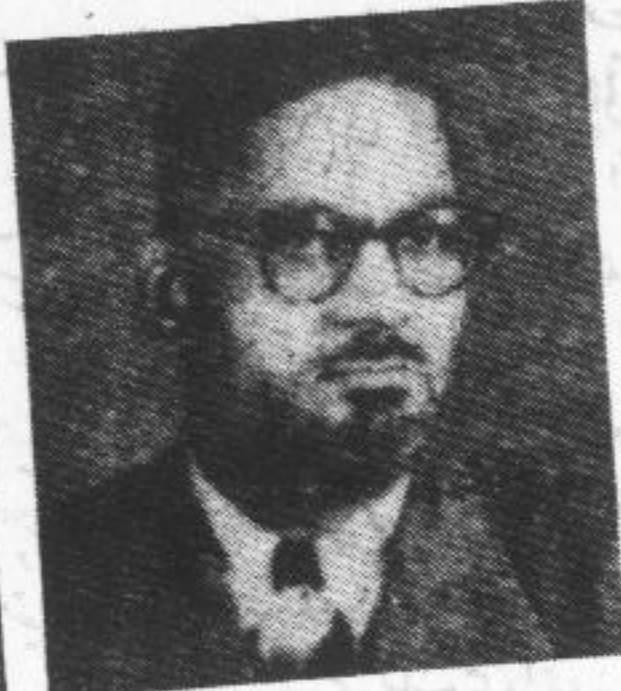
وکلاء

آل انڈیا کشمیر کمیٹی

شیخ بشیر احمد صاحب

چوہدری اسد اللہ خاں صاحب

مولانا غلام رسول مہر کی بیٹھک میں

(۱)

بارعب آواز - پرجلال چہرہ - مدلل اور رواں زبان میں ایک جوان دل بڈھا - اپنی بیٹھک میں بیٹھا -- گذشتہ نصف صدی کے واقعات و تحریکات پر رواں کنٹری کر رہا تھا - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہر تحریک کا پس منظر - ہر شخصیت کا تعارف اور سلسلہ وار سرگرمیاں اس کی نوک زبان پر ہیں - گفتگو سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ برصغیر پاک و ہند کی تقریباً تمام ہی نامور سیاسی اور مذہبی ہستیوں کو اس نے انتہائی قریب سے دیکھا ہے - کئی ہفت روزے - ماہنامے بہترین ادبی تخلیقات گردوپیش اور الماریوں میں رکھی ہوئی نظر آ رہی تھیں - اور ان کے درمیان ایک سادہ سی کرسی پر تحقیق و تخلیق کا دلہا براجمان تھا - جس کے بغیر اب اردو ادب کا کوئی تذکرہ مکمل نہ ہو پائے گا - **مولانا غلام رسول مہر**، مختصر مگر جامع تبصرہ کے ساتھ ساتھ مختلف تحریکات، شخصیات پر بڑی ہی وزنی رائے قائم کرتے جاتے -

مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے ناظم اشاعت ہونے کی حیثیت سے مصور مجلہ "فاروق" سوونیئر ۱۹۶۵ء، ۱۹۶۶ء اور ۱۹۶۷ء کی ادارت میرے سپرد رہی ہے - اس سلسلہ میں مجھے گذشتہ جماعتی سرگرمیوں کے نقوش کی تلاش تھی - میں اخویم برادرم محمود احمد صاحب (ابن محترم عبدالجلیل صاحب عشرت) کے ہمراہ ۲۰ اور ۲۵ دسمبر ۱۹۶۶ء آپ کی خدمت میں حاضر ہوا - پتہ چلا تھا کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ (اللہ آپ سے راضی ہو) کے چند خطوط آپ کے پاس محفوظ ہیں جو جماعت کی ملی سرگرمیوں پر روشنی ڈال سکتے ہیں -

فرمانے لگے - **مولوی محمد اسماعیل پانی پتی** میرے محترم ہیں وہ بھی متعدد مرتبہ خطوط کے متعلق کہہ چکے ہیں - مجھے ندامت محسوس ہوتی ہے - یہ مطالبہ ابھی تک پورا نہیں کر سکا - لاچار ہوں - سردست اتنا وقت نہیں نکال سکتا - پرانے مسودات مختلف صندوقوں میں بند پڑے ہیں -

میرے ہاتھ میں **تاریخ احمدیت** جلد ششم مولفہ **محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد** تھی - جس میں مربوط اور مبسوط طور پر - "آزادی کشمیر اور جماعت احمدیہ" کا تذکرہ - حضرت امام جماعت احمدیہ کی زیر ہدایت وکلاء کی قربانیاں، فرقان فورس وغیرہ امور کا تذکرہ - تقریباً تین صد صفحات پر محیط ہے - یہ کتاب مولانا کی خدمت میں پیش کی - خوش ہوئے - سرسری طور پر کہیں کہیں سے پڑھنے لگے - کچھ دیر خاموشی رہی - پھر فرمایا -

آپ لوگوں کی کسی کتاب میں اس **عظیم الشان انسان** کے کارناموں کی **مکمل عکاسی** نہیں ملتی - ہم نے انہیں قریب سے دیکھا ہے - کئی ملاقاتیں کی ہیں - پرائیویٹ تبادلہ خیالات کیا ہے - مسلم قوم کے لئے تو ان کا وجود **سراپا قربانی** تھا -

فرمایا - مجھے ایک دفعہ راتوں رات قادیان جا کر حضرت صاحب سے مشورہ کرنا پڑا - وہ منظر اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے - انسانیت کے لئے ان کے دل میں بڑا درد تھا اور جہاں کہیں **مسلم قوم** کی بہتری اور بہبودی کا مسئلہ درپیش ہوتا - ان کی قابل عمل تجاویز، ہمارا حوصلہ بڑھانے کا موجب بنتیں - ایسے مواقع پر آپ کا رواں رواں **قومی درد** سے تڑپ اٹھتا تھا - فرقہ بازی کا تعصب میں نے اس وجود میں نام کو نہیں دیکھا - مرزا صاحب بلا کے ذہین تھے -

فرمایا -- میں نے پاک و ہند میں سیاسی نہ مذہبی لیڈر ایسا دیکھا ہے جس کا دماغ پریکٹیکل پالیٹکس (Practical Politics) میں ایسا کام کرتا ہو - جیسا مرزا صاحب کا دماغ کام کرتا تھا - بے لوث مشورہ واضح تجویز اور پھر صحیح خطوط پر لائحہ عمل - یہ ان کی خصوصیت تھی - مجھے ان کی وفات پر بڑا صدمہ ہوا - کہنے لگے - میں نے محترم محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی کو تعزیت کا خط لکھا ہے اور اس خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ حضرت صاحب سے متعلقہ تعزیتی فقرات کو شائع بھی کرا سکتے ہیں - افسوس! مسلمانوں نے مرزا صاحب کی **قدر** نہیں کی - مخالفت کی سخت آندھیوں کے باوجود میں نے مرزا صاحب کو کبھی افسردہ اور سرد مہر نہیں دیکھا - مرزا صاحب کے دل کی شمع ہمیشہ **روشن** رہتی - ہم یاس و افسردگی کی تصویر بنے ان سے ملاقات کے لئے جاتے اور جب ان کے کمرہ سے باہر آتے تو یوں معلوم ہوتا کہ ناامیدی کے بادل چھٹ چکے ہیں - اور مقصد میں **کامیابی سامنے نظر آ رہی ہے** - **وزنی دلیل دیتے - قابل عمل بات کرتے اور پھر اسی پر بس نہیں - ہر نوع کی قربانی اور تعاون کی پیشکش بھی ساتھ ہوتی - جس سے ہم میں جرات اور حوصلہ کے جذبات پیدا ہوتے -**

۲۰ اور ۲۵ر دسمبر کی ان دو ملاقاتوں میں مولانا مہر نے بعض اور معاملات پر بھی رائے زنی کی - جو راقم نے ماہنامہ "خالد" ربوہ ماہ نومبر، دسمبر ۱۹۷۸ء میں شائع کرا دی تھی -

شیخ عبدالماجد

مصنف کتاب ہذا

امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد روٹری کلب کی میٹنگ میں - بطور چیف گیسٹ

" - جس زمانہ میں جناب **سکندر مرزا** صاحب پاکستان کے صدر تھے - "سعید - کے - حق " لاہور روٹری کلب کے پریذیڈنٹ تھے - سعید - کے - حق صاحب نے بیان کیا کہ اس زمانہ میں انہوں نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد (امام جماعت احمدیہ) کو روٹری کلب کی -- ڈنر میٹنگ میں چیف گیسٹ (مہمان خصوصی) کے طور پر ایڈریس کرنے کی دعوت دی اور ساتھ ہی کہا - ایک شرط بھی ہے - حضور نے پوچھا ! وہ کیا ؟ سعید صاحب نے کہا کہ روٹری کلب کے رواج کے مطابق آپ کو **انگریزی زبان** میں لیکچر دینا ہو گا - حضور نے جواب دیا - کہ ہاں - میں انگلش میں ہی لیکچر دوں گا اور مسکرا کر فرمایا - کہ میری بھی ایک شرط ہے - سعید صاحب کے استفسار پر بتایا کہ میں وہاں "لیڈیز" (مستورات) سے ہاتھ نہیں ملاؤں گا - سعید صاحب نے کہا - مجھے منظور ہے - میں اس کا انتظام کر دوں گا -

سعید صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے ذہن میں تھا کہ حضرت صاحب **اردو** میں ہی لیکچر دیتے ہیں - اس لئے میں نے انگریزی میں خطاب کرنے کی بات قدرتی حجاب اور معذرت کے ساتھ کی - ادھر مجبوری یہ تھی کہ روٹری کلب کے رسم و رواج کے مطابق **انگریزی** زبان میں ہی ایڈریس کیا جاتا تھا - اکثر غیر ملکی ممبران اور مہمان بھی ہوتے تھے - جب حضرت صاحب نے فرمایا کہ میں انگریزی میں ایڈریس کروں گا تو مجھے تعجب بھی ہوا اور خوشی بھی -

سعید صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے روٹری کلب میں اس لیکچر کا ذکر کیا - تو اکثر ممبران نے **مخالفت** شروع کر دی - اور متعدد ممبران نے کہا - کہ یہاں (تبلیغ احمدیت کا) مذہبی اکھاڑہ بن جائے گا - مرزا صاحب آئیں گے - **قادیانیت** کی **تبلیغ** شروع ہو جائے گی - غرض جتنے منہ - اتنی باتیں - سعید صاحب کہتے ہیں میں نے ان کی تشفی کرائی کہ مرزا صاحب ایسے انسان نہیں ہیں کہ وہ اپنے موضوع سے ہٹ کر تبلیغ شروع کر دیں -

وقت مقررہ پر حضرت صاحب تشریف لائے - لیکچر کا موضوع تھا " Service Above Self " اور یہی تمام دنیا کی روٹری کلبوں کا ماٹو " Motto " بھی ہے -

حضرت صاحب نے جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ کچھ یوں تھا :

دوسری جنگ عظیم میں ہٹلر نے پولینڈ پر حملہ کیا اور کہا کہ میں نے سروس (Service) کی ہے - مسولینی نے حملہ کیا تو کہا کہ میں نے سروس کی ہے - ہٹلر نے یہودیوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور کہا میں نے سروس کی ہے -

حضرت صاحب نے فرمایا - کہ اسلام میں " Service Above Self " کیا ہے ؟ مکہ میں جب خانہ کعبہ از سر نو تعمیر کیا جانے لگا - تو **حجر اسود** کے نصب کرتے وقت ہر قبیلہ کی یہ خواہش تھی کہ یہ مقدس پتھر نصب کرنے کی سعادت اسے ہی حاصل ہو - قبیلہ کے سرداروں میں تلواریں کھنچ گئیں تو سب کی نظریں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اٹھیں - حضور سے درخواست کی گئی - حضور نے خداداد فراست سے " Service Above Self " کی کہ تلواریں ' نیاموں میں چلی گئیں - کشیدگی دور ہو گئی بلکہ خوشگوار ماحول پیدا ہو گیا - حضور نے فرمایا - ایک چادر لاؤ - اسے بچھا دیا گیا - آپ نے حجر اسود اٹھا کر اس چادر پر رکھ دیا - اور فرمایا - ہر قبیلہ کا سردار چادر کا کنارہ تھام لے - اسے اٹھائے اور وہاں تک پہنچائے جہاں اسے نصب کرنا تھا - جب پتھر وہاں پہنچ گیا تو آپ نے اسے اٹھا کر مقررہ جگہ پر رکھ دیا اور یوں تمام جھگڑے ختم ہو گئے -

اسی طرح حضرت صاحب نے قرآن مجید سے اور اسلامک ہسٹری سے متعدد مثالیں دے کر اس موضوع کو مزید اجاگر کیا -

سعید صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب نے قریباً ایک گھنٹہ تک اس موضوع پر دلکش پیرایہ میں ' فاضلانہ
اور پر اثر انگریزی زبان میں ایڈریس کیا جس کو تمام ممبران نے بہت سراہا - لیکچر ختم ہونے کے بعد کئی ایک ملکی و غیر
ملکی ممبران ' ممبرات اور خاص الخاص مہمانوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ حضرت صاحب ولایت یا امریکہ کی کونسی
یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہیں جن ممبران نے حضور کو مدعو کرنے کی مخالفت کی تھی - ان پر بھی اتنا اثر ہوا - کہ وہ
مجھے کہہ رہے تھے کہ حضرت صاحب کو پھر بھی بلائیں ---- اسی جوش و خروش میں مس میکوئن (Miss. Maquine) جو کہ گورنر پنجاب سر فرانسس موڈی کی بھتیجی تھیں ' نے آگے بڑھ کر حضرت صاحب سے **مصافحہ** کرنا چاہا
- تو میں نے اسے **منع** کر دیا ---- آخر غیر ملکی مہمانوں نے حضرت صاحب سے پوچھ ہی لیا - کہ جناب ! آپ کس
یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہیں - حضرت صاحب نے جواب دیا کہ

میں قرآن کی یونیورسٹی سے پڑھا ہوں - اور تمام علوم قرآن سے ہی حاصل کئے ہیں - کسی کالج یا یونیورسٹی کا پڑھا ہوا نہیں ہوں -

اس طرح سے یہ ناقابل فراموش خوشگوار تقریب اختتام پذیر ہوئی -

(مرسلہ - ذکاء - اے - ملک
۴۲ - نکلسن روڈ - لاہور -)

نوٹ : مسز سعید - کے - حق صاحب رشتہ میں ذکاء - اے - ملک صاحب کے ماموں ہیں - احمدی نہیں تھے -

سعید - کے حق صاحب کی اہلیہ محترمہ کا نوٹ :-

" - یہ لیکچر میری موجودگی میں ہوا تھا اور حق صاحب اس وقت روٹری کلب لاہور کے پریذیڈنٹ تھے - مجھے تاریخ و مہینہ یاد نہیں رہا - حضرت مرزا صاحب نے یہ لیکچر انگریزی زبان میں دیا تھا جو بہت فاضلانہ اور اعلیٰ درجہ کا کامیاب لیکچر تھا - جس کو وہاں کی سب جنٹری جس میں بہت سارے غیر ملکی معززین بھی شامل تھے ' نے بہت سراہا تھا -

مسز سعید کے حق
E - 16 گلبرگ III لاہور
۱۳ - ۳ - ۱۹۸۹

شیخ عبدالماجد اور والد محترم مولانا شیخ عبدالقادر صاحب مولوی فاضل سابق سوداگر مل۔ مرحوم

مصنف سیرت سید الانبیاءؑ

شکریہ

جو دوست اور بزرگان، کتاب کی تیاری و اشاعت کے سلسلہ میں کسی نہ کسی رنگ میں دلچسپی کا اظہار فرماتے رہے۔ مثلاً — مولنا بشارت احمد صاحب بشیر ربوہ — مکرم محمد سعید احمد صاحب، مکرم مبشر احمد صاحب دہلوی، مولنا بشیر الدین احمد صاحب، عزیز خالد محمود صاحب، سردار عبدالسمیع صاحب مکرم عبدالمالک صاحب، عزیزہ امۃ الاعلیٰ، محترمہ سائرہ بیگم صاحبہ لاہور — شیخ عبدالمجید صاحب راولپنڈی — شیخ عبدالمالک صاحب کراچی — شیخ عبدالسلام صاحب رحیم یار خاں — شیخ عبدالہادی صاحب رانا محمد یوسف صاحب کینیڈا وغیرہ — بندہ ان سب کا تہ دل سے ممنون ہے — مُصنف

باب نمبر ۱۵

اخبار "زمیندار" کے نظریات اور علامہ اقبال

علامہ اقبال کی بعض سوانح عمریوں کے مطالعہ سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ علامہ، احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے تخیل کے خالق تھے۔ یہ تاثر درست نہیں۔ البتہ یہ درست ہے کہ احرار کے اس "لایعنی مطالبے" (اقبال کے آخری دو سال۔ ص ۳۲۶) کی مہم میں آ شریک ہو جانے پر تعلیم یافتہ طبقے کا ایک حصہ متاثر ہوا۔

تحریک آزادی کشمیر کے سلسلہ میں حضرت امام جماعت احمدیہ کی صدارت میں علامہ اقبال سمیت جو ممبران۔ "آل انڈیا کشمیر کمیٹی"۔ میں کام کر رہے تھے۔ احرار اور مولانا ظفر علی خاں کے اخبار "زمیندار" نے ان کے خلاف مخالفت کا ایک طوفان کھڑا کر رکھا تھا۔۔۔ بقول مولانا عبدالمجید سالک "۔۔ احمدیت کے خلاف ایک عام تحریک کے ضمن میں.... "زمیندار" نے اپنے صفحوں کے صفحے احمدیت کی مخالفت میں سیاہ کر دیئے (ذکر اقبال صفحہ ۲۱۰)

مخالفت کے اس طوفان میں جماعت احمدیہ کو "خارج از اسلام"، "مرتد"، "واجب القتل" قرار دیا جاتا تھا اور کشمیر کمیٹی کے غیر احمدی ممبروں کو (جن کی کمیٹی میں اکثریت تھی) مسلسل لعن طعن کا نشانہ بنایا جاتا تھا کہ وہ کیوں امام جماعت احمدیہ کی زیر سرکردگی کام کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے اس پروپیگنڈا کی زد میں سب سے زیادہ علامہ اقبال آتے تھے۔ "زمیندار" میں شائع شدہ بیانات کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔ غیر از جماعت ممبران کمیٹی کو مخاطب کرتے ہوئے "زمیندار" رقمطراز ہے:۔

"وہ بھی مسلمان تھے جنہوں نے "کشمیر کمیٹی" بنائی اور اس کی عنان پاپائے قادیان کے سپرد کر دی۔ گویا ان (یعنی علامہ اقبال سمیت غیر از جماعت ممبران کشمیر کمیٹی۔ ناقل) کے نزدیک غلامان محمدؐ میں سے کوئی بھی مسلمانوں کی رہنمائی نہیں کر سکتا۔ معنوی طور پر کہا جا سکتا ہے۔ کہ محمد رسول اللہؐ کے غلاموں کو "مسلمہ کذاب" کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ لوگ حضور رسول مقبولؐ کے عہد مبارک میں ہوتے تو یقیناً آنحضورؐ سے غداری کر کے مسلمہ کذاب سے جا ملتے۔..... یہ لوگ.... قادیانی کذاب کے سامنے دست بدستہ غلاموں کی طرح کھڑے ہیں اور اس کو اپنا قائد سمجھتے ہیں۔" (زمیندار۔ لاہور ۲۶ فروری ۱۹۳۳ء)

علامہ اقبال کافی عرصہ تک اپنے اصولی موقف پر ڈٹے رہے کہ کلمہ گو جماعت کو غیر مسلم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مگر بالآخر آپ نے اس پراپیگنڈا کے سامنے (بعض دیگر محرکات کے ساتھ) ہتھیار ڈال دیئے۔ اور آہستہ آہستہ امام جماعت احمدیہ کا ساتھ چھوڑتے گئے ---

حضور کے کشمیر کمیٹی سے استعفیٰ کے بعد حالات نے علامہ کو مولانا ظفر علی خاں کے قریب کر دیا۔ چنانچہ ۳۶-۱۹۳۵ء میں علامہ ہمیں وہی کچھ کہتے ، دکھائی دیتے ہیں۔ جو عام طور پر ۱۹۳۴ء کے " احرار " اور " زمیندار " کے پرچوں میں چھپتا رہا۔ بقول شورش کاشمیری " زمیندار " ۱۹۳۸ء تک کانگریس کا حامی رہا (پس دیوار زنداں صفحہ ۱۵۳)

نمونتہً دو ایک نکات ملاحظہ ہوں :-

"زمیندار"

انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ

"- جس نے مرزا صاحب کی بیعت کی۔ اس کے ایمان کا جزو یہ ہے کہ وہ گورنمنٹ کا وفادار ہو۔ مرزا صاحب ، غلامی اور محکومی کا پیدا کردہ نبی ہے۔ قادیانیت کی بنا مرزا صاحب نے ہندوستان میں ایسے وقت میں رکھی جبکہ یہاں کے مسلمانوں کی **محکومی** ان کے حد درجہ کی مذہبی اور سیاسی پستی میں مبتلا ہو چکی تھی (پرچہ ۳۰ر نومبر ۱۹۳۴ء)

"- مرزا صاحب کی نبوت اس لئے قائم ہو گئی کہ (مذہب کے معاملہ میں عدم مداخلت کی پالیسی کی وجہ سے۔ ناقل) اس پر مسلمان گرفت نہیں کر سکتے تھے۔ انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ (ایضاً)

"علامہ اقبال"

انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ

"- ہندوستان میں کوئی مذہبی سٹے باز اپنی اغراض کی خاطر ایک نئی جماعت کھڑی کر سکتا ہے ..... بشرطیکہ یہ مدعی گورنمنٹ کو اپنی اطاعت اور وفاداری کا یقین دلائے۔

گورنمنٹ کی خیر مناؤ یارو۔ انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ (مضمون ۱۴ر مئی ۱۹۳۵ء)

"-- اقوام کی تاریخ خیالات بتاتی ہے۔ کہ جب کسی قوم کی زندگی میں **انحطاط** شروع ہو جاتا ہے تو انحطاط ہی الہام کا ماخذ بن جاتا ہے" (۲۲ر جون ۳۶ء)

"-- یہاں جو قوم حکمران ہے۔ اس کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ مذہب کے معاملہ میں عدم مخالفت سے کام لے (مضمون ۱۴ر مئی ۱۹۳۵ء)

باہمی تکفیربازی

اخبار زمیندار نے مسلمانوں کی باہمی تکفیربازی کو " محض جزئی یا فروعی " اختلاف قرار دیا۔ علامہ نے اس نظریہ کی نہ صرف تائید کی بلکہ لکھا۔ " فروعی مسائل کا اختلاف ، انتشار پیدا کرنے کی بجائے ہمارے دینیاتی تفکر کو **متحد** کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے (علامہ کا مضمون ۲۲ جنوری ۱۹۳۶ء) یا للعجب!

علیحدہ جماعت

" زمیندار نے لکھا۔ حکومت ، قادیانیوں کو ایک علیحدہ جماعت قرار دے۔ (پرچہ ۹ر ستمبر ۱۹۳۴ء) ---- علامہ کے مضمون ۱۴ر مئی ۱۹۳۵ء کے (ضمیمہ کے) الفاظ یہ ہیں --" حکومت کے لئے بہترین طریق کار یہ ہو گا کہ وہ قادیانیوں کو ایک علیحدہ جماعت تسلیم کر لے۔"

مولوی ظفر علی خاں نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ "مسلم کانفرنس اور مسلم لیگ" میں جب تک ایک مرزائی بھی رہا۔ ہم انہیں اپنا نمائندہ تسلیم نہیں کریں گے۔ (زمیندار ۹ ستمبر ۱۹۳۴ء) جناب عاشق حسین بٹالوی لکھتے ہیں۔ کہ اسمبلی میں جانے والے مسلم لیگی امیدواروں کے لئے جب مرزائیوں کو علیحدہ اقلیت قرار دینے سے متعلقہ (لایعنی مطالبہ) کی شق علامہ کو دکھائی گئی تو علامہ نے اس۔ "نئی شق بڑھائی جانے پر کسی تعجب کا اظہار نہ فرمایا اور نہ کوئی اعتراض کیا" (اقبال کے آخری دو سال ص ۳۲۶)

علامہ نیاز فتحپوری کا بیان

احراری دباؤ کے متعلق علامہ نیاز فتحپوری لکھتے ہیں کہ " ۱۹۳۳ء کے بعد علامہ اقبال ، احرار کی شورش سے مرعوب ہو کر احمدیت کے خلاف بیان دینے پر مجبور ہو گئے۔ ورنہ اس سے قبل وہ احمدیت کے بڑے مداح تھے۔" (ماہنامہ نگار ستمبر ۱۹۶۱ء)

باب نمبر۱۶

تحفظ ختم نبوت کی تحاریک

دل کی بات

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں "تحفظ ختم نبوت" کے نام سے تحاریک چلیں یا چلوائی گئیں۔ مصنف زندہ رود' ذوالفقار علی بھٹو کے دور کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "اس دور حکومت کے دوران ۱۹۷۴ء میں احمدیوں کو غیر مسلم فرقہ قرار دے دیا گیا۔" (ص ۷۰۴) مگر مصنف نے اس امر پر روشنی نہیں ڈالی کہ اس اقدام کے پیچھے مسئلہ ختم نبوت سے وابستگی تھی؟ کوئی مذہبی جذبہ کارفرما تھا؟ یا اسلام کو بطور سیاسی حربے کے استعمال کر کے سیاستدانوں نے اپنے اقتدار کو بچانے کے لئے یہ تحاریک چلائی تھیں۔ تاہم اپنی ایک اور تازہ کتاب "یادیں" میں انہوں نے دل کی بات کھول کر بیان کر دی ہے۔ یہ حق گوئی یقیناً قابل ستائش ہے۔ فرماتے ہیں۔

"۔ ۱۹۵۳ء میں (تحریک تحفظ ختم نبوت کے دوران میں۔ ناقل) علماء نے ایک مرتبہ پھر سیاسی طور پر قوت یا اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کی تو وہ اینٹی احمدیہ موومنٹ تھی۔ اس کے پیچھے بعض سیاسی عناصر تھے جن کا مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طریقے سے خواجہ ناظم الدین کی وزارت عظمیٰ کو ختم کیا جائے۔ پنجاب میں ایسے سیاست دان تھے جو اس کوشش میں تھے کہ مولویوں کو اکسا کر خواجہ ناظم الدین کو ختم کیا جائے۔ .... اس موقعہ پر پہلی مرتبہ ہم نے اسلام کو بطور سیاسی حربے کے استعمال کیا (ص ۱۳۲)

نوٹ: مصنف لکھتے ہیں۔ "نظام مصطفیٰ کی تحریک کا بھی اصل مقصد اسلامی نظام کا نفاذ نہیں۔ بھٹو کی حکومت کو گرانا تھا (ایضاً)

۱۹۷۴ء کی تحریک کا ذکر کرتے ہوئے جناب جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال "یادیں" میں

REPORT

SUBMITTED TO THE

COMMITTEE ON FOREIGN RELATIONS
U.S. SENATE

PAKISTAN

FEBRUARY 1990

convicted, and received prison sentences. Police removed the profession of faith from Ahmadi places of worship, which cannot be called mosques under Pakistani law. Several places of worship have been closed down. In March the Government forbade public celebration of the Ahmadis' 100th anniversary. Ahmadis charge that fundamentalist Muslim leaders have been effective in keeping Ahmadis in a position of second-class citizens. In April, during anti-Ahmadi riots in Nankana Sahib in Punjab, 15 Ahmadis were injured, and 50 houses and 3 places of worship were burned. In July Ahmadi-Orthodox tension turned violent in Chak Sikander in Punjab, leaving 4 dead, including 3 Ahmadis, and dozens of homes destroyed.

In 1990 Ahmadis were detained for displaying the Islamic profession of faith (Kalima) and other Koranic verses. Most were released, but several were tried, convicted, and received prison sentences. The press reported that during one trial, the Punjab Advocate General noted that the death penalty was applicable for Ahmadis displaying the Kalima. There have been reports of the forced conversion of female members of the Ahmadi sect. In December 1989, the entire population of Rabwah, the Ahmadis' headquarters city, was charged with violating the ordinance that establishes as criminal certain acts of the Muslim faith when performed by Ahmadis, including the declaration of faith. Police continued to close down Ahmadi places of worship, which cannot be called mosques under Pakistani law. A number of attacks on individual congregations were reported.

In January local religious leaders protested the burial of an Ahmadi woman in an Attock graveyard. The Lahore High Court ruled that no legal grounds existed for exhuming the woman's body. However, the Ahmadis who presided over the woman's burial were later arrested. Also in January, Ahmadi leaders in Abbottabad were arrested after a prayer meeting in a private home. In May, 10 Ahmadi students were attacked and evicted from their hostel at a Lahore Medical College. They were beaten and robbed, their possessions were burned, and they were unable to return to school. In November the Government of Punjab cancelled two scheduled gatherings of 20,000 Ahmadis in Rabwah. Also in November, in Nawabshah

لکھتے ہیں۔

"ساری اپوزیشن نے بھٹو کو ہٹانے کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ اسلام کو خطرے میں ڈال دیا۔ حالانکہ آج تک اسلام خطرے میں نہیں ہوا..... آپ کو یاد ہو گا کہ بھٹو نے گھوڑ دوڑ اور شراب بند کر دی۔ احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا۔ سو انہوں نے اپنی طرف سے یوں اسلام نافذ کیا۔ وہ اپنے اقتدار کو بچانے کی خاطر سب کچھ کرتے چلے گئے۔..... آپ دیکھ لیں کہ اسلام کو کیونکر حربے کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ (ایضاً ص ۱۳۶)

علامہ اقبال کا فتویٰ

"وہ شخص جو دین کو سیاسی پروپیگنڈے کا پردہ بناتا ہے۔ میرے نزدیک لعنتی ہے۔"

زندہ رود ص ۶۴۹ - تحریر ۱۸ فروری ۱۹۳۸ء خط بنام طالوت

راقم عرض کرتا ہے کہ حیات اقبال میں ۱۹۳۵ء کی تحریک کے محرکات بھی ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تحاریک سے مختلف نہیں تھے۔

جناب جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب کی مذکورہ "یادیں" پڑھ کر راقم کو جناب حمید نظامی ایڈیٹر "نوائے وقت" لاہور کا وہ اداریہ یاد آ رہا ہے۔ جو آپ نے تحریک تحفظ ختم نبوت کے ضمن میں گورنر جنرل پاکستان کی تقریر کے حوالے سے علمائے سو کے کردار کا تجزیہ کرتے ہوئے پاکستانی قوم کے نام گویا ایک پیغام کے طور پر رقم فرمایا تھا۔ گورنر جنرل نے اپنی تقریر میں کہا تھا:

"..... صدیوں سے اسلامی تاریخ علمائے سو کی بد اعمالیوں کا ریکارڈ ہے۔..... لاہور اور پنجاب کے دوسرے حصوں میں جو کچھ ہوا ہے اس سے ہماری گردنیں شرم سے جھک جانی چاہئیں۔ (نوائے وقت ۱۵ مئی ۱۹۵۳ء)

جناب حمید نظامی اس پر لکھتے ہیں:

"..... عزت مآب گورنر جنرل نے مسلمانان پاکستان کو جو تنبیہ کی ہے۔ وہ اس قابل ہے کہ قوم گوش ہوش سے سنے۔ یہ قوم دھوکے پہ دھوکہ کھاتی ہے اور پھر نیا دھوکہ کھانے کے لئے آمادہ ہو جاتی ہے۔ گورنر جنرل نے بڑی اخلاقی جرات سے کام لیا ہے کہ واشگاف الفاظ

میں قوم کو خبردار کیا ہے کہ وہ علماء سو سے بچے کیونکہ علمائے سوء نے ہی ماضی میں اسلام اور مسلمانوں کو سب سے بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ اسلام کی پوری تاریخ علمائے سو کے کارہائے شفیع سے داغدار ہے۔ یہ وہ علماء ہیں۔ جنہوں نے دنیا کو دین پر ترجیح دی۔ ان میں ایسے بھی تھے جن کا خطاب "شیخ الاسلام" تھا۔ ان میں ایسے بھی تھے جو مسند ارشاد پر فائز تھے۔ ان میں ایسے بھی تھے۔ جو "قدوۃ السالکین" اور "زبدۃ العارفین" کہلانا پسند کرتے تھے۔ مگر انہوں نے اسلام کے نام پر فتنے برپا کر کے اسلام کی جڑیں کھوکھلی کیں۔ انہوں نے ملت کے نام پر بظاہر معصوم تحریکیں چلائیں۔ مگر ملت ہی کو برباد کیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ عجم میں بعض ایسے علمبرداران اسلام جنہوں نے مسلمانوں کو اللہ اور رسول اور اسلام کے نام پر لڑایا۔ فی الحقیقت مسلمان بھی نہ تھے وہ دراصل یہودی یا مجوسی تھے۔

خدا پاکستان کو اپنی حفاظت میں رکھے۔" (اداریہ نوائے وقت ۲۱ مئی ۱۹۵۳ء)

ہمایوں

اے ہمایوں زندگی تیری سراپا سوز تھی — تیری چنگاری چراغِ انجمن افروز تھی

گرچہ تھا تیرا تنِ خاکی نزار و دردمند — تھی ستارے کی طرح روشن تری طبعِ بلند

کس قدر بے باک دل اس ناتواں پیکر میں تھا — شعلۂ گردوں نورد اک مشتِ خاکستر میں تھا

موت کی لیکن دلِ دانا کو کچھ پروا نہیں — شب کی خاموشی میں جز ہنگامۂ فردا نہیں

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی

ہے یہ شامِ زندگی صبحِ دوامِ زندگی

عکس تحریر علامہ اقبال

اقبال

لفظ "مسلم" کی تعریف

جناب جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال اپنی کتاب "یادیں" میں تحقیقاتی عدالت مقرر کردہ زیر پنجاب ایکٹ ۲۔ ۱۹۵۴ء کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس عدالتی کمیٹی میں چیف جسٹس منیر اور جسٹس کیانی بھی بیٹھے تھے۔ علماء ان کے سامنے گواہوں کے طور پر پیش ہوئے۔ علماء کا لفظ "مسلم" کی تشریح پر آپس میں اختلاف تھا۔ (ص ۱۴۲)

راقم عرض کرتا ہے کہ علماء کی تعریفیں سن کر عدالت نے لکھا تھا۔ "دین کے کوئی دو عالم بھی اس بنیادی امر (یعنی لفظ مسلم کی تعریف) پر متفق نہیں ہیں۔ اگر ہم علماء میں سے کسی ایک کی تعریف کو اختیار کریں۔ تو ہم اس عالم کے نزدیک تو مسلمان رہیں گے مگر دوسرے تمام علماء کی تعریف کی رو سے کافر ہو جائیں گے (رپورٹ ص ۲۳۶)

علماء میں سے جناب مودودی صاحب نے عدالت کے سامنے لفظ "مسلم" کی جو تعریف پیش کی وہ البتہ مدلل بھی تھی اور سند بھی رکھتی تھی۔

مولانا نے بیان کیا کہ "مسلم" وہ ہے۔ جو

(۱) توحید پر (۲) تمام انبیاء پر (۳) تمام الہامی کتابوں پر
(۴) ملائکہ پر (۵) یوم آخرت پر ـــ ایمان رکھتا ہو۔

عدالتی ریکارڈ کے مطابق مودودی صاحب نے یہ بھی فرمایا:۔

"۔ جو پانچ شرائط میں نے بیان کی ہیں وہ بنیادی ہیں۔ جو شخص ان شرائط میں سے کسی شرط میں تبدیلی کرے گا۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔" (تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ ص ۲۳۳)

یہاں دو امور غور طلب ہیں۔ ایک تو یہ کہ ۱۹۵۴ء کے بعد ۱۹۷۴ء تک کے درمیانی عرصہ میں وہ کون سی نئی شریعت نازل ہوئی تھی۔ جس کی رو سے ان شرائط میں تبدیلی کر کے لفظ "مسلم" کی ایک نئی تعریف وضع کر لی گئی۔ دوسرے یہ کہ نئی تعریف بنانے والے یا اس سے متفق حضرات کیا دائرہ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں؟

محافظین ختم نبوت کا طرز تبلیغ

احمدی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "خاتم النبیین" مانتے ہیں۔ مگر جس ختم نبوت کا تصور محافظین ختم نبوت کے پاس ہے۔ اس کا قائل کرنے کے لئے احمدیوں کو جس انداز اور جس طرز پر "تبلیغ" کی گئی۔ اس کا ذکر تحقیقاتی عدالت کے ججوں نے اپنی رپورٹ میں متعدد جگہ کیا ہے۔ وہاں سے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی ظلم و ستم، قتل و غارت اور لوٹ مار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے گورنر جنرل نے کہا تھا۔ "لاہور اور پنجاب کے دوسرے حصوں میں جو کچھ ہوا ہے۔ اس سے ہماری گردنیں شرم کے ساتھ جھک جانی چاہئیں ـــ"

افسوس ہے۔ مولوی طبقہ اس نوع کی طرز تبلیغ پر شرمسار ہونے کی بجائے اس کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہے چنانچہ

ترجمان اہل سنت (کراچی)، تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

(۱) "جون ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی ...... کا اپنا کام جاری رہا اور اسی دوران ایک وقت آیا کہ جب مسلمانوں نے احمدیوں کا ایسا زبردست سوشل بائیکاٹ کیا کہ بعض مقامات پر کئی کئی دن تک ان کو ضروریات زندگی تک سے محروم رکھا گیا۔ تحریک کی اس کیفیت کا خاصا اثر رہا۔" (پرچہ اکتوبر ۷۴، ص ۷)

اس قابل فخر اقدام کی ترجمانی کرتے ہوئے جناب شورش کاشمیری لکھتے ہیں:۔

"۔ ربوہ کی ناکہ بندی ہو چکی ہے۔ مسلمان، کسی قادیانی کے ہاتھ کوئی چیز فروخت نہیں کرتے اور نہ ان سے کوئی چیز لیتے ہیں۔" (روزنامہ ۲۹ جولائی ۱۹۷۴ء بحوالہ چٹان ۷ ر ستمبر ۱۹۷۱ء)

نیز لکھتے ہیں:۔

"تحفظ ختم نبوت کی مجلس عمل نے (احمدیوں کے خلاف) تحریک میں توانائی پیدا کر دی ہے۔ (یعنی ایسا ماحول پیدا کر دیا ہے) کہ کوئی سرکاری یا غیر سرکاری شخص، مرزائیت کی بلاواسطہ تو کیا بالواسطہ حمایت کا تصور بھی نہیں کر سکتا کراچی سے پشاور تک (ان کے خلاف ۔ ناقل) جلسہ ہائے عام منعقد کئے جا رہے ہیں۔ (ایضاً روزنامچہ یکم جولائی ۱۹۷۴ء)

گویا احمدیوں کے خلاف قومی اسمبلی کا فیصلہ کسی آزاد ماحول میں نہیں، شدید دباؤ کے تحت کیا گیا نیز اسلام کو سیاسی حربے کے طور پر استعمال کیا گیا۔

ـــ اس فیصلے کے متعلق بیرون ملک کیا تاثرات ہیں؟ ایشین انسائیکلوپیڈیا رقمطراز ہے:۔

ENCYCLOPEDIA OF ASIAN HISTORY

AHMADIYYA. Founded by Ghulam Ahmad of Qadian (1839-1908). . . . at the urging of their Saudi financial patrons, the government of Pakistan declared them a "religious minority" and revoked its previous classification of them as Muslims. 'Despite that Ahmadis remain some of Islam's most effective missionaries, especially in Europe and East Africa. (vol,1-page 31).

اسمبلی کا اپنا کام جاری رہا اور علماء اور عوام تحریک چلاتے رہے اور اسی دوران ایک وقت آ گیا جب مسلمانوں نے احمدیوں کا ایسا زبردست سوشل بائیکاٹ کیا کہ بعض مقامات پر کئی کئی دن تک ان کو ضروریات زندگی تک سے محروم رکھا گیا۔ تحریک کو اس کیفیت کا فائدہ

ترجمان اہلسنت کراچی — ۷ — اکتوبر ۱۹۷۴

_"For some time back the Pakistan Prime Minister Mr. Bhutto, had been under great pressure from the Arab leaders, especially King Faisal, to declare Ahmadis heretics but he was ultimately forced to amend the Constitution by an outbreak of serious riots throughout Punjab in June" (1974).

اخبار گارڈین۔ یو۔ کے۔ ۹ ستمبر ۱۹۷۴ء

_"By a constitutional amendment the National Assembly has stripped half a million members of the Ahmadiya Community of their religious status as Muslims.

The excommunication of such a large number claiming to be Muslims by a political institution is a unique event in the 1400 years of the history of Islam.

اگر اقبال کچھ عرصہ اور زندہ رہتے!

۳۸-۱۹۳۷ء میں قائداعظم کی پالیسی یہ تھی کہ یونی نسٹوں کو "پنجاب مسلم لیگ" میں داخل کر کے ان کو لیگ پر بالا دستی دی جائے۔ مورخ پاکستان جناب عاشق حسین بٹالوی لکھتے ہیں۔

اقبال و جناح متضاد پالیسی

"محمد علی جناح کی پالیسی پر اقبال کو اعتراض تھا اور اگر اقبال زندہ رہتے تو عین ممکن ہے کہ ان کے 'محمد علی جناح کے ساتھ اختلافات' زیادہ نمایاں صورت اختیار کر جاتے"

راقم گزارش کرتا ہے کہ اگر اقبال کچھ عرصہ اور زندہ رہتے اور جماعت احمدیہ کے خلاف اپنے نظریات میں تبدیلی پیدا نہ کرتے تو اقبال و جناح اختلافات نہایت سنگین صورت اختیار کر جاتے۔ ا ؎

قائداعظم بیت فضل لندن میں

قائداعظم --- 'مسلم اتحاد' یک جہتی اور سالمیت پر ایمان رکھتے تھے۔ آپ کو امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد (۱۸۸۹ - ۱۹۶۶) کے ساتھ مل کر کام کرنے کا موقع مل چکا تھا۔ ۱۹۳۳ء میں انگلستان میں احمدی مبلغ مولانا عبدالرحیم صاحب درد سے بھی آپ کی طویل ملاقات ہو چکی تھی۔ آپ احمدیہ بیت الذکر انگلستان میں آزادی ہند کے موضوع پر بھی اپنے خیالات کا اظہار کر چکے تھے۔ غرضیکہ آپ جماعت احمدیہ کی ملکی و ملی خدمات سے بخوبی آگاہ تھے --- ادھر آپ علماء کی طرف سے جماعت احمدیہ کی مخالفت سے بھی بے خبر نہ تھے۔

قائداعظم نے کبھی بھی جماعت احمدیہ پر کفر کے تیر چلانے کے شغل کو بنظر استحسان نہیں دیکھا۔ بلکہ جس کسی نے بھی آپ کے سامنے اس قسم کی حرکت کی آپ نے اس فعل کو ملت اسلامیہ میں انتشار کا موجب سمجھتے ہوئے ڈٹ کر اس کی مخالفت کی۔

اقبال بنام پنڈت نہرو

اپنے خط مورخہ ۲۱ ر جون ۱۹۳۶ء بنام پنڈت جواہر لال نہرو میں اقبال نے اعتراف کیا ہے کہ مجھے دینیات سے کچھ زیادہ دلچسپی نہیں ہے مگر احمدیوں سے خود انہی کے دائرہ فکر میں نپٹنے کے لئے مجھے بھی "دینیات" سے کسی قدر جی بہلانا پڑا۔[۲]

"۔ دینیات سے جی بہلانا پڑا"! ۔ علامہ کا اشارہ اپنے اس طویل مضمون کی طرف ہے جو ۲۲ ر جنوری ۳۶ء کے رسالہ "اسلام" میں شائع ہوا ۔ اور جسے "اسلام اور احمدیت" کے عنوان سے بعد میں بھی کئی بار شائع کیا گیا۔

اس مضمون میں علامہ نے واضح کیا ہے: کہ

یہ سوال کہ آیا کوئی شخص یا جماعت ' اسلام سے خارج ہو گئی ۔ مسلمانوں کے نقطہ نظر سے ایک سراسر فقہی سوال ہے ۔"

مگر احرار نے کچھ ایسا سبق پڑھایا تھا کہ علامہ نے اسی مضمون میں جماعت احمدیہ کو "خارج از اسلام" قرار دینے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا اور آپ کو یہ خیال نہ رہا کہ آپ خود کوئی فقیہہ نہیں آپ کو تو دینیات تک سے کچھ زیادہ دلچسپی نہیں کہ اس مسئلہ پر رائے زنی کر سکیں ۔ ظاہر ہے یہ سب کاوش ' تعصب کا شاخسانہ تھی ۔

قائداعظم کا سنٹرل اسمبلی میں اعلان

علامہ ۱۹۳۸ء میں وفات پا گئے ۔ اگلے سال قائداعظم نے سنٹرل اسمبلی دہلی کے اجلاس عام میں جس میں ہندو ۔ مسلمان سکھ اور عیسائی نمائندگان موجود تھے ایک پوائنٹ پر اظہار خیال کے ضمن میں احمدیہ جماعت کے ممتاز رکن چودھری محمد ظفر اللہ خاں کے متعلق فرمایا ۔

"میں اپنی اور اپنی پارٹی کی طرف سے سر ظفر اللہ خاں کو ہدیہ تبریک پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ وہ مسلمان ہیں اور یوں کہنا چاہئے کہ میں گویا اپنے بیٹے کی تعریف کر رہا ہوں "[۳]

ظاہر ہے ایک ممتاز احمدی کے بارے میں قائداعظم کا سنٹرل اسمبلی میں یہ اعلان اور علامہ اقبال کا احمدیوں کے بارے میں غیر مسلم ہونے کا فتویٰ باہم متصادم ہیں ۔ اگر اقبال سال بھر اور زندہ رہتے تو لازماً ان کے اور قائداعظم کے نظریات میں اختلافات نمایاں صورت اختیار کر جاتے ۔ یا تو انہیں قائداعظم کی فوج کے "ایک معمولی سپاہی" (زندہ رود صفحہ ۷۴۳) کی طرح

ان کے نقش قدم پر مسلم یک جہتی اور سالمیت کو پارہ پارہ کرنے سے رجوع کرنا پڑتا یا "قائداعظم اور اقبال" کے راستے جدا جدا ہو جاتے ۔

اور اگر علامہ کو کچھ زندگی اور مل جاتی اور آپ ۱۹۴۴ء تک زندہ رہتے تو آپ کی نظروں سے قائداعظم کی پریس کانفرنس منعقدہ کشمیر ضروری گزرتی جس میں قائداعظم نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا ۔

کشمیر پریس کانفرنس

1st JUNE 1944

کر دیا ہے ۔ مجھ سے ایک پریشان کن سوال پوچھا گیا ۔ کہ مسلمانوں میں سے مسلم کانفرنس کا ممبر کون بن سکتا ہے ۔ یہ سوال خاص طور پر قادیانیوں کے سلسلے میں پوچھا گیا ۔ میرا جواب یہ ہے ۔ کہ جہاں تک آل انڈیا مسلم لیگ کے آئین کا تعلق ہے ۔ اس میں درج ہے ۔ کہ ہر مسلمان بلاتمیز عقیدہ و فرقہ مسلم لیگ کا ممبر بن سکتا ہے ۔ بشرطیکہ وہ مسلم لیگ کے عقیدہ ' پالیسی اور پروگرام کو تسلیم کر لے ۔ رکنیت کے فارم پر دستخط کرے ۔ اور دو آنے چندہ ادا کرے ۔ میں جموں و کشمیر کے مسلمانوں سے اپیل کرونگا ۔ کہ وہ فرقہ وارانہ سوالات

قائداعظم کی پریس کانفرنس

روزنامہ انقلاب یکم جون ۱۹۴۴ء

قائداعظم کا جواب

"۔ مجھ سے ایک پریشان کن سوال پوچھا گیا ہے کہ مسلمانوں میں سے مسلم لیگ کا ممبر کون بن سکتا ہے ۔ یہ سوال خاص طور پر قادیانیوں کے بارہ میں پوچھا گیا ہے --- میرا جواب یہ ہے کہ جہاں تک "آل انڈیا مسلم لیگ" کے آئین کا تعلق ہے اس میں درج ہے کہ ہر مسلمان بلاتمیز عقیدہ و فرقہ ' مسلم لیگ کا ممبر بن سکتا ہے .... میں جموں و کشمیر کے مسلمانوں سے اپیل کروں گا کہ وہ فرقہ وارانہ سوالات نہ اٹھائیں بلکہ ایک ہی پلیٹ فارم پر اور ایک ہی جھنڈے تلے جمع ہو جائیں ۔ اسی میں مسلمانوں کی بھلائی ہے ۔"[۴]

اقبال کو تو بقول ان کے ۔ "دینیات سے کچھ زیادہ دلچسپی نہ تھی" ۔ جن مسلمہ علماء کا اوڑھنا بچھونا ہی دینیات تھا ۔ قائداعظم مسلم یک جہتی کے مسئلہ میں ' ان کو بھی خاطر میں نہ

لاتے تھے۔ اسی سال مولانا عبدالحامد بدایونی نے بھی احمدیوں کے خلاف ایک قرار داد پیش کرنے کی کوشش کی مگر قائداعظم کے جذبہ یک جہتی کے سامنے ان کی پیش نہ گئی۔

اس ضمن "انقلاب" کا اداریہ ملاحظہ ہو۔ انقلاب لکھتا ہے :۔

"مسٹر جناح نے بے حد دانش و تدبر سے کام لیا ہے کہ مولوی عبدالحامد بدایونی کی اس قرار داد کو پیش کرنے کی اجازت نہ دی جس کا منشاء یہ تھا کہ احمدیوں کو مسلم لیگ کا ممبر نہ بنایا جائے ۔ ہمیں اس کے متعلق مسٹر جناح کے مسلک کی نسبت کچھ شبہ نہیں۔ انہوں نے کشمیر کی پریس کانفرنس میں صاف صاف فرما دیا تھا کہ فرقوں کی بحث نہ اٹھاؤ۔ ہر مسلمان، مسلم لیگ کا ممبر بن سکتا ہے۔ اس کے بعد جب ناظر صاحب امور خارجہ قادیان نے استفسار کیا تو مسٹر جناح نے ان کو بھی لکھ بھیجا کہ لیگ کے آئین کے مطابق ہر بالغ مسلمان جو دو آنے کا ممبری کا چندہ دے اور لیگ کے نصب العین کی تائید کرے۔ مسلم لیگ کا ممبر ہو سکتا ہے۔ [۵]

اور اگر علامہ قیام پاکستان تک زندہ رہتے تو وہ یہ منظر بھی دیکھتے کہ قائداعظم باؤنڈری کمشن کے روبرو، مسلم لیگ کے کیس کی ترجمانی کیلئے جس وجود کا انتخاب کرتے ہیں۔ پھر جس وجود کو مملکت خداداد پاکستان کا وزیر خارجہ بناتے ہیں اور کابینہ میں وزیراعظم کے بعد سب سے اعلیٰ مرتبہ دیتے ہیں۔ وہ احمدیہ جماعت کا وہی ممتاز فرد ہے جسے اقبال کبھی یونی نسٹوں کا آلہ کار ۔ کبھی سر فضل حسین کا خوشامدی کبھی انگریز کا غلام کبھی غیر مسلم اور کبھی ادنیٰ درجے کا آدمی کہہ کر اس کی مخالفت کرتے رہے۔

----- اقبال یہ منظر بھی دیکھتے کہ قائداعظم، مملکت خداداد کی کابینہ میں مجلس احرار۔ جمعیتہ العلماء۔ خاکسار یا جناب مودودی صاحب کے کسی رفیق کو بھی نہیں لے رہے کیونکہ یہ سب جماعتیں تحریک پاکستان کی شدید مخالف تھیں۔ اس صورت حال سے یہی باور کرنا پڑتا ہے کہ اگر اقبال کچھ عرصہ اور زندہ رہتے تو آپ معمار ملک و قوم (قائداعظم) کے اس مسلسل طرز فکر و عمل کو دیکھتے ہوئے احرار کے زیر اثر حاصل کردہ نظریات کو خیرباد کہہ کر قائد کے وسیع تر اسلامی اصولوں کے ہمنوا ہو جاتے۔ اور اگر یہ صورت پیدا نہ ہو سکتی تو "اقبال و جناح تعلقات"۔ میں ایک ناقابل عبور خلیج حائل ہو جاتی۔

۔حواشی۔

۱۔ اقبال کے آخری دو سال ص ۶۴۵

۲۔ کچھ پرانے خطوط از پنڈت جواہر لال نہرو ص ۲۹۳

۳۔ بحوالہ ہماری قومی جدوجہد ۱۹۳۹ء از عاشق حسین بٹالوی ص ۷۶

۴۔ روزنامہ انقلاب۔ لاہور یکم جون ۱۹۴۴ء صفحہ آخر

۵۔ روزنامہ انقلاب۔ لاہور ۳، اگست ۱۹۴۴ء

JESUS DIED IN KASHMIR

In 1938-9, the Lahore weekly *The Sunrise* published in serial form the book *Masih Hindustan mein* (originally published in 1908) by Hazrat Mirza Ghulam Ahmad, founder of the Ahmadiyya movement. This work introduced the question of whether Jesus had really died on the cross, and was found so convincing by the rector of Al-Azhar University in Cairo that he dictated a *fatwa* (verdict) declaring that, in accordance with the holy Koran, Jesus had died a natural death.

حضرت امام جماعت احمدیہ (اللہ آپ سے راضی ہو) کے ارشاد پر انسداد شدھی کی مہم کے دوران
مولینا محمد علی جوہر (اور دیگر خلافتی لیڈروں) کے نام تاریخی تار
(دیکھئے کتاب محمد علی ان انڈین پالٹکس جلد ۳ ص ۲۸۲)

Qadian
Batala
18 September 1923

[Telegram]

We have come to know from the papers that an understanding is being arrived at with Mahashai Shraddhanand that the present *shuddhi* movement carried on by the Hindus and the anti-propaganda of the Mussalmans should be stopped [Illegible], all the non-local Hindu preachers as well as similar Mussalman speakers should leave the territory and Malkans be left [Illegible]. We look upon such a decision as most unreasonable and against the interest of Islam. Hindu preachers have long been working in the affected area and have succeeded in perverting thousands of Mussalmans, so if we now withdraw it would mean that the perverted Malkans should be left to their perverted state. Such a settlement would not in the least affect the position of Hindus, but it would be highly detrimental to the interest of Islam [*sic*] who are now trying to bring back Malkans to Islam.

No true Mussalman can tolerate to see his brethren perverted [*sic*] to Hinduism and yet withold from [Illegible] his best to save them. Moreover, the Hindus has [*sic*] a large number of preachers from among local residents, but Mussalman preachers are all from outside because local Mussalmans are either unfit or unwilling [Illegible].

We cannot understand how there should be any danger of breach of peace between the two communities making peaceful efforts to propagate their religion. Danger exists only when one or both of the two communities be inclined to outstep [the] peaceful limits of law. Consequently, we strongly protest against such a settlement and are in no case willing to leave territory until we have done all in our power to save perverted Malkans and we want to make it clear that we will not call for any understanding when the honour of Islam is at stake.

We hope that keeping in view your responsibility to Islam and Mussalmans in the matter, you will desist from entering into any understanding which may be at variance with the missionary spirit of Islam.

Mirza Bashir Ahmed

باب نمبر ۱۹

اقبال اور احمدیت

عہد حاضر کو ایک "نئے مسیح" یا "پیغمبر" کی ضرورت ہے۔ (اقبال)

مصنف زندہ رود کے مطابق۔

"۔ کئی احمدی، علامہ کے قریبی دوست رہے۔ علامہ ان کے ساتھ جلسوں میں شریک ہوتے۔ اور ان کے ساتھ مل جل کر علمی یا ملکی مسائل پر اپنے خیالات کا اظہار بھی کرتے تھے ۔ علاوہ اس کے علامہ نے بعض فقہی معاملات میں مولانا حکیم نور الدین (سلسلہ احمدیہ کے جانشین اول) کی رائے بھی لی۔ ا۔

راقم اس سلسلہ میں یہ اضافہ کرنا چاہتا ہے کہ اس قربت کے علاوہ علامہ، جماعت احمدیہ کے مخصوص عقائد سے بھی گہرے متاثر تھے۔ اس ضمن میں درج ذیل امور پیش خدمت ہیں

وفات مسیح

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ (وفات ۱۹۰۸ء) نے قرآن مجید کی متعدد آیات خصوصا آیت یا عیسیٰ انی متوفیک (اے عیسیٰ میں تجھے طبعی موت دونگا) .... الخ اور آیت فلما توفیتنی ..... الخ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کی۔ تو ملک بھر میں آپ کی مخالفت کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ برصغیر کے علماء نے کفر کے فتووں کی بھرمار کر دی بلکہ بلاد اسلامیہ سے بھی فتاویٰ کفر منگوائے گئے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں۔

قرآن مجید میں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ۔ ناقل) وعدہ تھا کہ یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی ..... اور توفی، طبعی موت دینے کو کہتے ہیں "۔ ۲۔

آپ فرماتے ہیں۔

"۔ میرے دعویٰ کی جڑ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہے۔" ۳ ــ

علامہ اقبال (وفات ۱۹۳۸ء) کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ کہ انی متوفیک ... سے طبعی موت

مراد ہے چنانچہ " ذکر اقبال " مصنف مولانا عبدالمجید صاحب سالک کے مطابق

" سر سید کی وفات کی خبر سن کر علامہ نے اسی آیت شریفہ یا عیسیٰ انی متوفیک ..... سے ان کی وفات کی تاریخ نکالی۔ ذکی شاہ نے یہ تاریخ شاہ صاحب (علامہ کے استاد مولانا میر حسن۔ ناقل) کو جا کر سنائی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ بہت خوب ہے۔ " ۴ ؎

گویا آپ کے استاد محترم کا بھی یہی عقیدہ تھا اپنی وفات سے تین سال قبل ۱۹۳۵ء میں بھی علامہ نے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ ملفوظات اقبال میں ہے۔

ایک مرتبہ سید جمال الدین افغانی اور سر سید" کا تذکرہ چل پڑا۔ تو اقبال نے فرمایا ۔۔۔ " میں نے (سر) سید احمد کی وفات پر تاریخ کہی تھی جو ان کی قبر پر کندہ ہے۔ **انی متوفیک ورا فعک الی و مطھر ک.... الخ۔** " ۵ ؎

مسیح کی آمد ثانی

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ " مسیح کی آمد ثانی " کے بارے میں فرماتے ہیں۔

" یہ گمان بداہت باطل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ " ۶ ؎

ڈاکٹر سعید اللہ ایم اے پی ایچ ڈی ' اس ضمن میں علامہ کا عقیدہ بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں

" ۔ میں نے علامہ سے کہا۔ مسلمان عام طور پر مسیح کی آمد ثانی کے منتظر ہیں۔۔
علامہ نے فرمایا۔ میں اس کا قائل نہیں۔ " ۷ ؎

حضرت عیسیٰ کا رفع سماوی

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں۔

قرآن شریف میں کہیں نہیں لکھا کہ حضرت عیسیٰ کو مع جسم عنصری دوسرے آسمان پر بٹھایا گیا۔ ۸

علامہ اقبال کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

" ۱۲ ر اپریل ۳۵ء کی ملاقات میں حضرت مسیح علیہ السلام کی معجزانہ ولادت ا ۔ اور رفع سماوی (آسمان پر اٹھایا جانا) کا ذکر ہوا۔ تو (علامہ نے) فرمایا۔ یہ دو چیزیں نو مسلم عیسائیوں کی بدولت اسلامی عقائد میں داخل ہوئیں۔ " ۹ ؎

نو مسلموں کے خیالات اجزاء اسلام بن گئے

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں

" ۔ تیسری صدی کے بعد حیات مسیح کا اعتقاد ' مسلمانوں میں شامل ہوا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ نئے نئے عیسائی ' مسلمان ہو کر ' ان میں ملتے گئے اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب ایک نئی قوم ' کسی مذہب میں داخل ہو تو اپنے مذہب کی رسوم اور بدعات جو وہ ہمراہ لاتی ہے۔ اس کا کچھ حصہ نئے مذہب میں بھی جاتا ہے۔ ایسے ہی عیسائی جب مسلمان ہوئے تو یہ خیال ہمراہ لائے اور رفتہ رفتہ وہ مسلمانوں میں پختہ ہو گیا۔ " ۱۰ ؎

اس ضمن میں محمد حسین عرشی ' علامہ اقبال کا مسلک یوں بیان کرتے ہیں۔

" ۔ ۱۴ ر اپریل ۳۵ حاضر خدمت ہوا۔ میرے ساتھ حکیم طالب علی تھے ... حکیم طالب علی کے سوال پر مسیح کی معجزات سے بھری ہوئی زندگی۔ ولادت ۲ ۔ ۔ وفات کے متعلق فرمایا کہ نو مسلم عیسائیوں نے اپنے غیر معقول اور خرافاتی عقائد ' مسلمانوں میں شائع کر دیئے۔ سادہ لوح مسلمانوں نے ان کو اجزائے اسلام سمجھ کر سر آنکھوں پر اٹھا لیا۔ " ۱۱ ؎

مسئلہ جہاد

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں۔

" ۔ اس حکم (یعنی حکم جہاد ۔ ناقل) کی اصل عبارت جو قرآن شریف میں اب تک موجود ہے یہ ہے ... یعنی خدا تعالیٰ نے ان مظلوم لوگوں کو جو قتل کئے جاتے ہیں اور ناحق اپنے وطن سے نکالے گئے۔ فریاد سن لی اور ان کو مقابلہ کی اجازت دی گئی۔ " ۱۲ ؎

" ۔ اسلامی جنگوں میں اول سے آخر تک دفاعی رنگ مقصود ہے " ۱۳ ؎

علامہ فرماتے ہیں :۔

" ۔ قرآن کی تعلیم کی رو سے جہاد یا جنگ کی صرف دو صورتیں ہیں۔ محافظانہ اور مصلحانہ۔ پہلی صورت میں یعنی اس صورت میں جبکہ مسلمانوں پر ظلم کیا جائے اور ان کو گھروں سے نکالا جائے۔ مسلمان کو تلوار اٹھانے کی اجازت ہے (نہ حکم) دوسری صورت جس

(ص ۔ ۵۲۹)

آسمان روحانیت کے طائر

علامہ اقبال اپنے طویل تجربہ اور مشاہدہ کی بناء پر ۱۹۳۲ء میں فرماتے ہیں کہ

"اشاعت اسلام کا جوش' جو احمدیت کے اکثر افراد میں پایا جاتا ہے قابل قدر ہے۔"

جماعت احمدیہ کے ذریعہ دنیا کے کناروں تک قرآن حکیم اور سیرت طیبہ' کا زندگی بخش پیغام پہنچانے کو جو انتظام کیا گیا ہے وہ ان واقفین زندگی کا مرہون منت ہے جنہوں نے خود کو مامور وقت اور اس کے خلفاء کی تربیت کے نیچے دے دیا جب وہ روحانی تربیت پاکر' آسمان روحانیت کے طائر بن گئے۔ تو انہیں مختلف اطراف کی طرف اڑا دیا گیا۔ ان میں کوئی یورپ کے ظلم کدوں کی طرف نکل گیا۔ کوئی امریکہ کی سرزمین پر جا اترا۔ کوئی جزائر شرق الہند چلا گیا اور کوئی صحرائے اعظم عبور کو کے مغربی افریقہ میں اپنی منزل تک جا پہنچا۔

واقفین زندگی کی تعلیم و تربیت اور ان کی اکناف عالم تک اڑان کا سلسلہ آج بھی پوری شان سے جاری و ساری ہے۔

ہم آئندہ صفحات میں ان روحانی طائروں کے چند فوٹوز پیش کر رہے ہیں۔

احمدی مبلغین (فوٹو ربوہ)

احمدی مبلغین (فوٹو قادیان)

سلسلہ احمدیہ کے چند مبلغین اور ذمہ دار عہدیداران

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب ایم اے کے ہمراہ

برطانیہ میں متعین مبلغین حضرت امام جماعت احمدیہ مرزا طاہر احمد صاحب کے ہمراہ

میں جہاد کا حکم ہے ۹-۴۹ میں بیان ہوئی ہے .... جنگ کی مذکورہ بالا دو صورتوں کے سوائے میں کسی اور جنگ کو نہیں جانتا" [۱۴]

جبراً اشاعت اسلام حرام ہے

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں۔

"اس زمانہ میں جنگ اور جہاد سے دین اسلام کو پھیلانا ہمارا عقیدہ نہیں ہے" - [۱۵]

علامہ کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں۔

"۔ جوع الارض کی تسکین کے لئے جنگ کرنا ۔ دین اسلام میں حرام ہے ۔ علی ھذالقیاس ۔ دین کی اشاعت کے لئے تلوار اٹھانا بھی حرام ہے ۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروزی ظہور

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا ارشاد :۔

"۔ اللہ تعالٰی کی غیرت نے جوش مارا اور اس کی رحمت اور وعدہ حفاظت نے تقاضا کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بروز کو پھر نازل کرے ۔" [۱۶]

بروزی ظہور کے متعلق علامہ اپنے عقیدہ کا یوں اظہار کرتے ہیں۔

"۔ حال کے ہیئت دان کہتے ہیں کہ بعض سیاروں میں انسان یا انسانوں سے اعلیٰ تر مخلوق کی آبادی ممکن ہے ۔ اگر ایسا ہو تو رحمتہ اللعالمین کا ظہور وہاں بھی ضروری ہے ۔ اس صورت میں کم از کم محمدیت کے لئے .... بروز لازم آتا ہے ۔" [۱۸]

خروج یاجوج وماجوج

جماعت احمدیہ کے نزدیک یاجوج وماجوج سے مراد روس اور انگریز و امریکن اقوام ہیں۔

بانی سلسلہ نے فرمایا ۔

"۔ یاجوج ماجوج من کل حدب ینسلون کا نظارہ دکھا رہے ہیں" (الحکم ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

ان دونوں قوموں پر وہ تمام علامات صادق آتی ہیں جو یاجوج و ماجوج کے بارہ میں قرآن مجید اور احادیث میں وارد ہیں ۔ اس لحاظ سے یہی زمانہ مسیح موعود کی بعثت کا زمانہ متعین ہو جاتا ہے ۔

علامہ اقبال ——————————— کا مشہور شعر ہے

۔ کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام ۔ چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ۔ینسلون ۔

سب سے بڑا دینی مفکر

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں۔

میں قرآن شریف کے حقائق و معارف بیان کرنے کا نشان دیا گیا ہوں۔

کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔" ۱۹ ؎

علامہ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

"۔۔ موجودہ ہندی مسلمانوں میں مرزا غلام احمد قادیانی سب سے بڑے دینی مفکر ہیں"۔ ۲۰ ؎

اسلامی سیرت کا نمونہ

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی طرف سے اعلان کردہ دس شرائط بیعت میں سے ششم شق یہ ہے کہ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے:۔

"۔ یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے اوپر قبول کرے گا۔ اور قال اللہ وقال الرسولؐ کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔" ۲۱ ؎

گویا ہر احمدی "اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ" ہونا چاہئے۔

علامہ 'احمدیوں کے متعلق اپنے تجربہ کی بنیاد پر فرماتے ہیں:۔

"۔۔ پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں۔" ۲۲ ؎

اشاعت اسلام کا جوش

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ "حکومتی مذہب عیسائیت" کا مقابلہ کرنے اور اشاعت اسلام کے لئے مساعی کرنے کے ضمن میں اپنے عقیدت مندوں سے فرماتے ہیں:۔

"۔ عیسائیوں کی تعلیم بھی سچائی اور ایمانداری کے اڑانے کے کئی قسم کی سرنگیں طیار کر رہی ہے اور عیسائی لوگ اسلام کے مٹا دینے کے لئے جھوٹ اور بناوٹ کی تمام باریک باتوں کو نہایت درجہ جانکاہی سے پیدا کر کے ہر ایک رہزنی کے موقع اور محل پر کام میں لا رہے ہیں اور بہکانے کے نئے نئے نسخے اور گمراہ کرنے کی جدید جدید صورتیں تراشی جاتی ہیں اور اس انسا
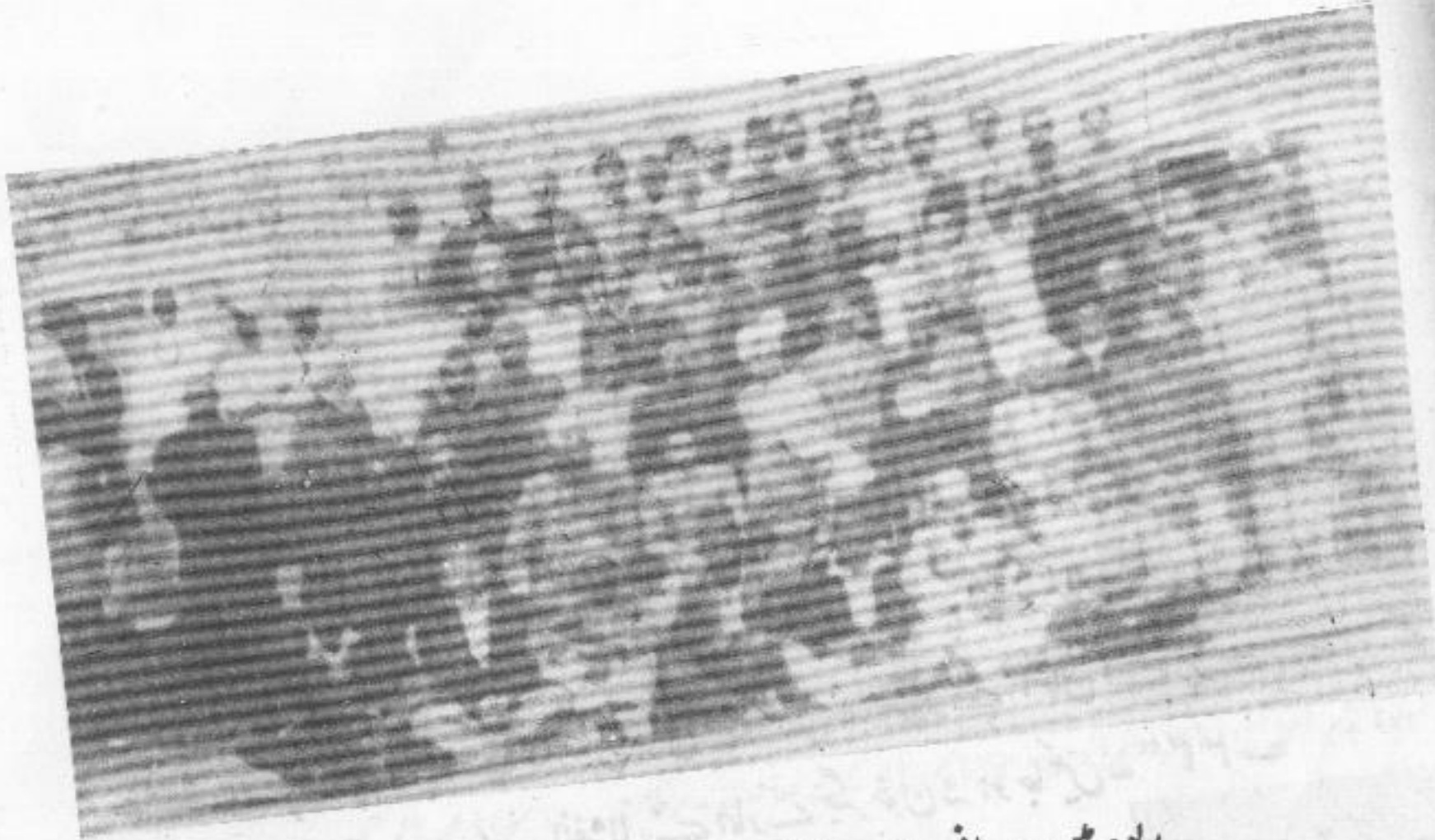
ربوہ میں روحانی طائروں کا ایک اور اجتماع

جامعہ احمدیہ ربوہ کے سالانہ تقریری مقابلوں کے سامعین

کامل کی سخت توہین کر رہے ہیں جو تمام مقدسوں کا فخر اور تمام مقربوں کا سرتاج اور تمام بزرگ رسولوں کا سردار تھا۔" ۴۳ سے

(اب) ہر ایک حق پوش دجال دنیا پرست یک چشم جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا حجت قاطعہ کی تلوار سے قتل کیا جائے گا او، سچائی کی فتح ہو گی اور اسلام کیلئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا ۔ جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے ۔ لیکن ابھی ایسا نہیں ۔ ضرور ہے آسمان اسے چڑھنے سے روکے رکھے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں ۔" ۴۴ سے

اس نوع کی تعلیم آپ اکثر افراد جماعت کو دیتے رہے ۔ جس کے نتیجہ میں آپ سے وابستہ ہونے والوں میں عیسائیت کی تردید اور اشاعت اسلام کی تبلیغ کا جوش موجزن ہو گیا ۔ اس جوش کا اعتراف علامہ اقبال کی زبانی سننے کے لائق ہے ۔ ایک صاحب کو اپنے جوابی مکتوب میں لکھتے ہیں ۔

" باقی رہی تحریک احمدیت ۔ سو میرے نزدیک لاہور کی جماعت میں بہت سے ایسے افراد ہیں ۔ جن کو میں غیرت مند مسلمان جانتا ہوں اور ان کی اشاعت اسلام کی مساعی میں ان کا ہمدرد ہوں ۔

" ..... اشاعت اسلام کا جوش جو ان (حضرت بانی سلسلہ احمدیہ ۔ ناقل) کی جماعت کے اکثر افراد میں پایا جاتا ہے ۔ قابل قدر ہے ۔" ۴۵ سے

مسیح و مہدی ۔۔ کا ظہور

" علامہ اقبال کے عقیدے کے مطابق مہدی کی آمد ۔ مسیح کے دوبارہ ظہور اور مجددیت کے جو متعلق جو احادیث ہیں وہ ایرانی اور عجمی تخیلات کا نتیجہ ہیں ۔ عربی تخیلات اور قرآن کریم کی صحیح سپرٹ سے ان کا کوئی سروکار نہیں

احمدیت کے خلاف اپنے مضمون Qadianis and orthodox muslims میں بھی اسی عقیدے کا اظہار کیا ہے اور مسلمانوں میں انتظار مسیح موعود و مہدی کے عقیدے کو پھیلانے کا ذمہ دار Ambitious and ignorant Mullaism کو قرار دیا ہے ۔

A Powerfull expression of the essentially muslim type of chracter

مولانا نذیر احمد علی صاحب سیرالیون

مولانا عبدالرحیم نیر صاحب ۔ برطانیہ

مولانا عبدالرحیم درد صاحب برطانیہ

مولانا نذیر احمد مبشر صاحب غانا

مولانا جلال الدین شمس صاحب فلسطین

مولانا ابوالعطاء صاحب عرب

سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب

مولانا غلام حسین ایاز صاحب

دنیا کے مختلف مقامات سے آئے ہوئے احمدی مبلغین اپنے پیارے آقا حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کے ساتھ ۔

.... لیکن ان کی بعض تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود کسی روحانی مصلح کی آمد کے منتظر نہ سہی لیکن اس کی ضرورت ضرور محسوس کرتے تھے۔ اور ایسے مصلح کے آنے کی خواہش کرتے تھے۔ .... عقل، مسیح و مہدی کے آنے کی احادیث کو عجمی تخیلات کا نتیجہ قرار دیتی لیکن ان کا دل ... جب دیکھتا کہ " وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود" یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود" .... تو پکار اٹھتا۔

" کاش کہ مولانا نظامی کی دعا اس زمانے میں مقبول ہو اور رسول اللہ صلعم پھر تشریف لائیں اور ہندی مسلمانوں پر اپنا دین بے نقاب کریں۔" ۲۶ ؎

جب وہ دیکھتے کہ " موجودہ زمانہ روحانیت کے اعتبار سے بالکل تہی دست ہے۔ اسی واسطے اخلاص، محبت، مروت و یک جہتی کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔ آدمی، آدمی کا خون پینے والا اور قوم، قوم کی دشمن ہے۔ یہ زمانہ انتہائے تاریکی کا ہے۔" "۔ تو فرماتے۔" --- " لیکن تاریکی کا انجام سفید ہے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ جلد اپنا فضل کرے اور بنی نوع انسان کو پھر ایک دفعہ نور محمدی عطا کرے۔ بغیر کسی بڑی شخصیت کے اس بدنصیب دنیا کی نجات نظر نہیں آتی۔" ۲۷ ؎

عہد حاضر کو ایک نئے مسیح یا پیغمبر کی ضرورت ہے۔

ایک مغربی دانشور پروفیسر میکنزی نے اپنی کتاب " انٹروڈکشن ٹو سوشیالوجی" کے آخری دو پیراگرافس میں درج ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے۔:-

"۔ کامل انسانوں کے بغیر سوسائٹی معراج کمال پر نہیں پہنچ سکتی اور اس غرض کے لئے محض عرفان اور حقیقت آگاہی کافی نہیں بلکہ ہیجان اور تحریک کی قوت بھی ضروری ہے ..... ہمیں معلم بھی چاہئیں اور پیغمبر بھی ..... غالباً ہمیں ایک نئے مسیح ا؎ "A New Christ" کی ضرورت ہے ..... اس عہد کے پیغمبر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس ہنگامہ زار میں وعظ تبلیغ کرے .....

علامہ اقبال نے اپنے خط محررہ ۲۴ جنوری ۱۹۲۱ء بنام ڈاکٹر نکلسن (جس نے اسرار خودی انگریزی میں ترجمہ کیا تھا) میں پروفیسر میکنزی کے مذکورہ بالا دو پیراگرافس کو لفظ بہ لفظ نقل کر کے لکھا ہے۔

مولانا عبد الغفور صاحب جاپان

مولانا کرم الٰہی صاحب ظفر۔ سپین

مولانا اے۔ پی۔ ابراہیم صاحب۔ سری لنکا

مولانا احمد خان نسیم صاحب برما

مولانا مبارک علی صاحب، جرمنی

مولانا شیخ عبد القادر صاحب (سابق سوداگر مل)

مولانا محمد دین صاحب امریکہ

مولانا محمد اسحاق صاحب۔ لائبیریا

امراء مختلف اضلاع جماعت ہائے احمدیہ۔ پاکستان، حضرت امام جماعت احمدیہ کے ہمراہ بمقام لندن۔ (۱۹۷۶ء)

How very true are the last two paragraphs of professor Mackenzie's Introduction to Social Philosophy

پروفیسر میکنزی کی کتاب " انٹروڈکشن ٹو سوشیالوجی " کے یہ دو آخری پیراگرافس کس قدر صحیح ہیں۔

اس خط میں یہ بھی لکھتے ہیں۔

" ہمارے عہد نامے ، ہماری لیگیں ، ہماری پنچائتیں اور کانفرنسیں ، جنگ و پیکار کو صفحہ حیات سے ختم نہیں کر سکتیں۔ کوئی بلند مرتبہ شخصیت (یعنی نئے مسیح یا پیغمبر کی شخصیت۔ ناقل) ہی ان مصائب کا خاتمہ کر سکتی ہے۔ اور اس شعر میں میں نے اسی کو مخاطب کیا ہے۔

باز در عالم بیار ایام صلح
جنگ جویاں رابدہ پیغام صلح ۲۸ ء

علماء کا کہنا ہے کہ قرآنی ہدایت موجود ہے۔ اب ہم خود ہی دنیا کی بگڑی سنوار لیں گے۔ مگر علامہ کے نزدیک بحر و بر میں اتنا عظیم فساد برپا ہے کہ اسے رفع کرنے کی خاطر غائت درجہ بلند مرتبہ روحانی شخصیت کی ضرورت ہے۔

" نئے مسیح " کی ضرورت اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

بانی سلسلہ احمدیہ نے " نئے مسیح کی ضرورت " کی طرف دنیا کی توجہ مبذول کراتے ہوئے اپنے ایک شعر میں فرمایا تھا۔

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

باقی ص ۵۳۸

مولانا رحمت علی صاحب۔ انڈونیشا

مولانا محمد صادق سماٹری صاحب۔ انڈونیشا

حافظ قدرت اللہ صاحب۔ ہالینڈ

مولانا ظہور حسین صاحب۔ بخارا

سید میر مسعود احمد صاحب ڈنمارک

سید کمال یوسف صاحب۔ ناروے

مفتی فضل الرحمان صاحب۔ نائیجیریا

مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری۔ افریقہ
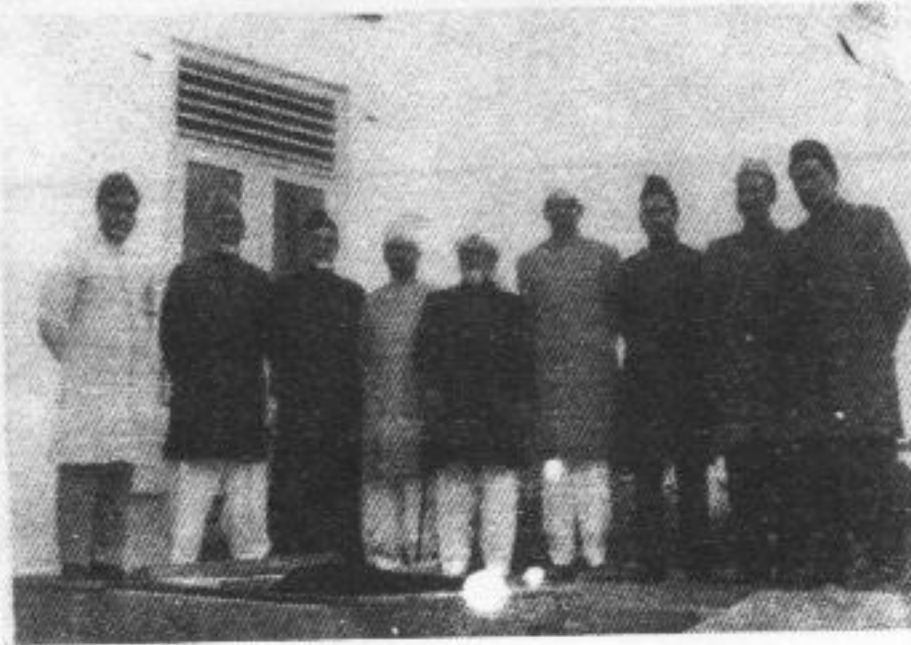
احمدیہ مبلغین کا ایک گروپ۔ بمقام جکارتہ (۱۹۷۷ء)

گوتم بدھ

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے نزدیک "گوتم بدھ مختلف قوموں کے جوشوں کو ٹھنڈا کر کے ان کے درمیان صلح کراتا۔
گویا اس کا پیغام، صلح کا پیغام تھا..... (مگر) ہندو لوگ بدھ
مذہب اور اس کی کامیابی کو بڑی نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں" (پیغام صلح ص ۲۳ ۱۹۰۸ء)

اقبال کا کہنا ہے

قوم نے پیغام گوتم کی ذرا پروانہ کی۔ قدر پہچانی نہ اپنے گوہر یک دانہ کی

بنی اسرائیل۔ یہود

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی تحقیق کے مطابق کشمیریوں کی، شکل و صورت اور **خد وخال**،
عادات خصائل متفقہ طور پر یہودیوں کے مشابہ ہیں۔ نیز کشمیر بھی عبرانی نام ہے۔

تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب "مسیح ہندوستان میں"

محمد عبد اللہ قریشی اقبال کے عقیدہ کو یوں اظہار کرتے ہیں

"اقبال، کشمیریوں کو یہود تصور کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ان کے عادات خصائل اور شکل و شمائل
افغانوں سے ملتے جلتے ہیں۔ جو بنی اسرائیل ہیں۔ اور اس معاملے میں ان
کو یہاں تک غلو تھا کہ ایک مرتبہ انہوں نے یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند کے پاس
ایک یاداشت بھیجنی چاہئے جس کا مضمون یہ ہو کہ تم بھی بنی اسرائیل ہو
اور کشمیر کے لوگ بھی۔ ان کو دہری غلامی سے نجات دلا کر نیکی اور بھلائی کی مستقل یادگار چھوڑ جائے"

(ادبی دنیا ص ۲۰۹۔ اقبال نمبر۔ کشمیر نمبر جلد ششم شمارہ ۲۴)

دیکھئے ص ۵۴۲

الفضل اخبار قادیان نے ۱۹۳۹ء میں ایک ضخیم اور شاندار "خاتم النبین" نمبر شائع کیا اس نمبر میں
علامہ نے اپنا نعتیہ کلام بھجوایا۔ جس کا ایک شعر یہ ہے =

بہر دلبیز از ہندوستان آوردہ ام سجدہ شوقے کہ خوں گردید در سیمائے من

قادیانی فرقہ۔ خالصتاً "مسلم طرز کے کردار کا طاقتور مظہر ہے" (اقبال)

دین کی خاطر زندگیاں وقف کرنے والے مربیان سلسلہ۔ ناظر صاحب اصلاح و ارشاد ربوہ کے ہمراہ

دین کی خاطر زندگیاں وقف کرنے والے مبلغین سلسلہ ۔ ڈاکٹر صاحب اصلاح و ارشاد بورڈ کے ہمراہ

باب نمبر۱۹

۔حواشی۔

۱۔ زندہ رود ص ۔ ۵۷۵
۲۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۷۷
۳۔ لیکچر سیالکوٹ ص ۔ ۶۷
۴۔ ص ۔ ۱۹
۵۔ ملفوظات اقبال ص ۷۵
۶۔ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۲۳۱
۷۔ ملفوظات اقبال ص ۱۴۱
۸۔ براہین احمدیہ ص ۵۵
۹۔ ملفوظات اقبال ص ۷۰
۱۰۔ روحانی خزائن نمبر۲ ص ۳۶۶
۱۱۔ ملفوظات اقبال ص ۷۲
۱۲۔ رسالہ جہاد ص ۴
۱۳۔ روحانی خزائن نمبر۲ ص ۱۰۱
۱۴۔ اقبال نامہ حصہ اول ص ۲۰۱ ۔ مکتوب ۱۲ر دسمبر ۱۹۳۶ء
۱۵۔ روحانی خزائن جلد نمبر۸ ص ۳۰۷
۱۶۔ مکاتیب اقبال حصہ اول ص ۲۰۳
۱۷۔ روحانی خزائن جلد نمبر۲ ص ۹۲ (۱۹۰۲ء)
۱۸۔ مکاتیب اقبال حصہ اول ص ۱۱۷

۱۹۔ ضرورت الامام مطبوعہ ۱۸۹۸ء ص ۴۰

۲۰۔ رسالہ انڈین انٹی کویری ستمبر ۱۹۰۰ جلد نمبر ۲۹ ص ۲۳۹

۲۱۔ ازالہ اوہام ص ۸۵۴۔ شرائط بیعت ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء

۲۲۔ ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر۔ (لیکچر ۱۹۱۰ء)

۲۳۔ فتح اسلام ص ۶

۲۴۔ ایضاً ص ۱۵

۲۵۔ مکاتیب اقبال حصہ نمبر ۲ ص ۲۳۲ خط ۷ر اپریل ۱۹۳۲ء

۲۶۔ اقبال نامہ حصہ اول ص ۴۱

۲۷۔ علامہ کا خط اپنے والد محترم کے نام "مظلوم اقبال ص ۲۹۳)

We need prophets as well as teachers ....
perhapes we want a new Christ (Thoughts and
Reflections of Iqbal P.95) لے

۲۸۔ مظلوم اقبال ص ۱۹۱

حضرت بابا نانک" بہ سلسلہ ص ۵۳۸

حضرت بانیؑ سلسلہ احمدیہ نے بابا نانک" کو توحید پرست ' نیک مرد اور صاحب الہام ' لکھا ہے۔ (ست بچن ص ۳۵۔۴۱ مطبوعہ ۱۸۹۵ء) سے اقبالؔ. پھر اُٹھی آخر صدا توحید کی پنجاب سے
ہند کو اک مردِ کامل نے جگایا خواب سے

شری کرشن

بانیؑ تحریک احمدیہ کے مطابق :۔

"--- شری کرشن ' اپنے وقت کا نبی اور اوتار تھا۔" (پیغام صلح ۱۹۰۸ء ص۔ ۶)

شاید اسی نظریہ کے زیر اثر ' علامہ اقبال کو

"-- اس عظیم ہستی سے نہ صرف عقیدت تھی بلکہ ایک طرح کی محبت تھی --" (زندہ رود ص ۴۰۹)

جلالی اور جمالی شان کا ظہور

سلسلہ احمدیہ کے بانی کے نزدیک جہاں صحابہ اور بعد کے مسلمان ' جلالی شان کی بناء پر اسم محمدؐ کے مظہر تھے وہاں آنے والے مسیح موعود کو اسم احمد کا مظہر بنایا گیا اور اسے جمالی صفات کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا (تفصیل کے لئے دیکھئے اعجاز المسیح ص ۸۷ تا ۱۴۴)

اقبال کا بھی یہی کہنا ہے کہ :۔

ہو چکا گو قوم کی شانِ جلالی کا ظہور ۔ ہے مگر باقی ابھی شانِ جمالی کا ظہور

باب نمبر ۲۰

علامہ اقبال کا روحانی مقام و مرتبہ

دو نظریات

(۱)

ہمارے ہاں علامہ اقبال کے روحانی مقام و مرتبہ کے بارے میں دو مکاتیب فکر ہیں۔ پہلے مکتب فکر کی ترجمانی کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب امیر تنظیم اسلامی لکھتے ہیں : حدیث نبویؐ ہے **ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائتہ... الخ** یعنی --"۔ خدا تعالیٰ اس امت میں ہر صدی کے سر پر ایسے لوگوں کو مبعوث کرتا رہے گا جو اُس کے دین کو از سرنو تازہ کرتے رہیں گے۔" اس حدیث کے حوالے سے گذشتہ تیرہ صدیوں کے مجددین کے ذکر کے بعد چودھویں صدی کے بارہ میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ :۔

"۔ جتنے عظیم ارباب ہمت و عزیمت اور شہسواران میدان تجدید و اصلاح برصغیر پاک و ہند میں پیدا ہوئے ان کی مثال پورا عالم اسلام نہ کمیت کے اعتبار سے دے سکتا ہے نہ کیفیت کے اعتبار سے .... دینی تعلیم و تربیت کے قدیم نظام سے فیض یاب ہونے والوں میں سے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن ایسی عظیم اور جامع شخصیت بھی یہیں سے پیدا ہوئی اور کالجوں اور یونیورسٹیوں کے جدید نظام تعلیم سے مستفید ہونے والوں میں سے علامہ اقبال مرحوم جیسا نا... ت اور رومی ثانی بھی اسی خاک سے اٹھا۔"

(روزنامہ "جنگ" کراچی ۔ ۲۱ فروری ۱۹۸۶ء)

مصنف "زندہ رود" کے نزدیک ۔ "اقبال مظاہر الٰہی میں سے تھے ۔ ایسے نوابغ روزگار خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہدیہ کے طور پر ہی انسانوں میں نمودار ہوتے ہیں اور وہ آرڈر دے کر نہیں .نوائے جا سکتے ۔ (ص ۶۵۶)

"اقبال --- "مجدد عصر" کے مصنف کا کہنا ہے کہ ۔ "اقبال کی شخصیت میں مجدد کا جذب و اثر اور اقبال کی کوششوں میں مجدد کے نقش پا ملتے ہیں (ص ۱۶۷) پھر لکھتے ہیں ۔ "نبی

کی طرح اقبال بھی اپنی قوم کی فلاح نظر میں رکھتا ہے۔" (ص ۱۲۱) مصنف ڈاکٹر سہیل بخاری ۔اقبال اکادمی پاکستان

(۲)

علامہ اقبال کے مقام و مرتبہ کے بارے میں دوسرے طبقے کی نمائندگی کے لئے ہم نے علامہ کے بچپن کے بے تکلف دوست مرزا جلال الدین صاحب ایڈووکیٹ اور صدر حکومت آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم کو منتخب کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کچھ جھلکیاں مصنف " زندہ رود " کی تحقیق کی بھی پیش کریں گے۔

مرزا جلال الدین صاحب کے مشاہدات

رقص و سرود کی محفلیں

مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

" اقبال ہر شام بلاناغہ میرے ہاں تشریف لاتے۔ ان کو راگ رنگ کا بہت شوق تھا۔ میرے مکان پر چونکہ رقص و سرود کی محفلیں اکثر جما کرتیں۔ اس لئے وہ ان مجالس میں بڑی رغبت سے شمولیت فرماتے۔ (ملفوظات اقبال ص ۹۴)

چہرے پر تقدس کا ہالہ

پھر لکھتے ہیں:۔

" اقبال آخر انسان تھے۔ پیغمبرانہ اعجاز رکھنے کے باوجود پیغمبر نہ تھے۔ اس لئے ان کو ایسی باتوں سے معرا سمجھنا جو بشریت کا لازمہ اور انسانیت کا خاصہ ہیں۔ ایک ایسا تمسخر انگیز دعویٰ ہے جس میں نہ تو حقیقت کو دخل ہے نہ خود ڈاکٹر صاحب کی روح کے لئے مسرت کا سامان موجود ہے..... ان کے چہرے پر تقدس کا جو ہالہ ہروقت نظر آتا تھا۔ اس سے یہ کسی طور پر لازم نہیں آتا کہ انہیں ان کے اصلی مرتبے سے محروم کر کے صوفیائے عظام اور اولیائے کرام کے زمرے میں شامل کرلیا جائے۔ (ایضاً ص ۱۱۳)

اب بڑھاپے کے ایام کی ایک ملاقات کا حال سنئے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

ذرا اپنی مار دھاڑ کو بھی یاد فرمالیجئے

" میں ستمبر ۱۹۳۷ء میں (علامہ کی وفات سے قریباً چھ ماہ قبل۔ ناقل) یورپ کے سفر کے بعد لاہور واپس آیا تو میں نے سنا۔ اقبال عرصہ سے صاحب فراش ہیں۔ اس خبر سے میرا دل بیقرار ہو گیا اور ان سے ملنے گیا۔ اتفاق سے وہ اکیلے تھے۔ اس تنہائی میں ان کے دل پر پھر وہی جوش و حرارت پیدا ہوئی اور وہ مجھ سے پوچھنے لگے کہ سال بھر کے بعد وطن واپس آئے ہو۔ استاد! سچ سچ کہو۔ اب کے جال میں کیا لگا؟ میں نے کہا۔ یہاں جو کچھ لگا۔ وہ آپ کے راؤنڈ ٹیبل والے سفر (۳۲۔ ۱۹۳۱ء) سے کم ہی ہو گا۔ ذرا اپنی مار دھاڑ کو بھی یاد فرما لیجئے۔ اس پر اقبال ہنس پڑے۔ بولے۔ راؤنڈ ٹیبل والے سفر میں رکھا ہی کیا تھا۔ رفقاء سفر، منکر نکیر کی طرح ہروقت دائیں بائیں موجود رہتے تھے....

میں نے کہا۔ آپ کے دل میں حج کی بہت پرانی خواہش ہے۔ اس لئے اب کے میرے ساتھ یورپ چلئے تاکہ حج سے قبل چوہوں کی تعداد پوری نو سو ہو جائے اور گھر لوٹتے ہوئے راستے میں گناہ بخشواتے آئیں۔" (ایضاً ص ۱۲۰)

مصنف زندہ رود کے مطابق اقبال کی طبیعت میں حاضر جوابی۔ بذلہ سنجی اور ظرافت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ قیام انگلستان کے دوران پروفیسر آرنلڈ نے اقبال سے کہا کہ علی گڑھ کے ایک مولوی صاحب یورپ کی سیاحت کرتے ہوئے لندن پہنچے ہیں۔ انہیں قابل دید مقامات کی سیر کرا دیں۔ اقبال نے مولوی صاحب کو جگہ جگہ پھرایا اور شام کے قریب کسی قہوہ خانہ میں جا بٹھایا۔ اس جگہ چند ستم پیشہ لڑکیاں بھی موجود تھیں۔ اقبال کے اشارے پر یا خود اپنی جولانی طبع سے وہ مولوی صاحب کے گرد جمع ہو گئیں۔ کوئی ان کو قہوہ پلانے لگی، کسی نے ان کی نورانی داڑھی کو چھوا اور ایک نے تو ان کے رخساروں پر عقیدت کی چند مہریں بھی جڑ دیں۔ مولوی صاحب سخت پریشان ہوئے اور جب اس مصیبت سے نجات ملی تو غصہ سے بھرے ہوئے آرنلڈ کے پاس پہنچے اور اقبال کی شکایت کی۔ آرنلڈ سخت نادم ہوئے..... اور خفگی کے لہجے میں اقبال سے کہا کہ ایسے بزرگ کو قہوہ خانے میں لے جاتے ہوئے تمہیں شرم نہ آئی (زندہ رود جلد ۲ ص ۱۷۴)

مصنف زندہ رود کی تحقیق ہے:۔

اقبال کو بچپن سے گانے کا بہت شوق تھا اور راگوں کے الاپ سے شناسا تھے...
لوگ کہتے ہیں مجھے راگ کو چھوڑو اقبال۔ راگ ہے دین میرا۔ راگ ہے ایمان میرا
۔ اس زمانے میں راگ رنگ ان کا دین اور ایمان تھا۔ یہ ان کے جوانی کے ایام تھا....

اقبال، نسوانی حسن سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے تھے۔ ۱۹۰۳ء میں ان کے بچپن کے دوست سید تقی شاہ کے نام ایک خط میں "امیر نامی" (طوائف) کا ذکر ملتا ہے۔ علامہ لکھتے ہیں

"۔ امیر کہاں ہے؟ خدا کے لئے وہاں ضرور جایا کریں۔ مجھے بہت اضطراب ہے۔ خدا جانے اس میں کیا راز ہے۔ جتنا دور ہو رہا ہوں۔ اتنا ہی اس سے قریب ہو رہا ہوں۔ (ص ۱۷۵)

نوٹ: اقبال کی وفات پر تقی صاحب نے اس قسم کے بہت سے خطوط جلا دیئے تھے تاکہ اس مواد پر پردہ پڑا رہے۔ (کتاب شمس العلماء مولانا میر حسن ص ۲۲۶)

مصنف "زندہ رود" لکھتے ہیں:۔

راقم کی تحقیق کے مطابق امیر بیگم کا تعلق گو طوائفوں کے ایک گھرانے سے تھا۔ لیکن وہ اور اس کے خاندان کی دیگر خواتین تائب ہو چکی تھیں۔ (ص ۱۷۵)

علامہ اقبال اور سنت نبویؐ

پابندی نماز

علامہ اپنے خط بنام نذیر نیازی (محررہ ۱۹ر جولائی ۱۹۳۴ء) میں فرماتے ہیں۔

ڈیئر نیازی صاحب! حکیم (نابینا) صاحب کی خدمت میں عرض کیجئے گا کہ مجھے نماز کا پورا پابند کرنے..... کی عادت ڈالنے کے لئے آپ کے روحانی اثر کی ضرورت ہے۔" (مکتوبات اقبال مرتبہ نذیر نیازی۔ اقبال اکیڈمی کراچی (۱۹۵۷ء) ص ۱۷۱

البتہ صبح کی نماز کے متعلق زندہ رود ہمیں بتاتے ہیں کہ

"علامہ صبح کی نماز بہت کم چھوڑتے تھے" (ص۔ ۶۱۹)

مسجد میں حاضری

"۔ نظر آ جاتا ہے مسجد میں بھی تو عید کے دن۔ کے مصداق البتہ:۔

"اقبال، مسجد میں عیدین کی نماز پڑھنے ضرور جاتے تھے۔ ورنہ نماز پڑھتے تو تخلیہ میں۔"

(زندہ رود جلد دوم ص ۱۷۲)

روزہ

۔" روزہ کبھی کبھار رکھتے تھے اور جب رکھتے تو ہر گھنٹے دو گھنٹے بعد علی بخش کو بلوا کر پوچھتے کہ افطاری میں کتنا وقت باقی ہے۔" (ایضاً ص ۱۷۲)

سابق صدر حکومت آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم کا کہنا ہے:۔

"عشق (رسالت۔ ناقل) کے باوجود اقبال، ظاہری طور پر (باطن کا معاملہ اللہ کو پتہ ہے) سنت رسول اللہؐ پر نہیں تھے۔ سنت رسول اللہؐ کے پابند نہیں تھے۔.... ظاہری سنت کی پیروی نہ کرنا ----- نماز باقاعدگی سے نہ پڑھنا ----- اور جو دوسرے لوازمات ہیں ان پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر کے کلمات میں ہدایت کا اثر ہی سلب کر دیا۔

سردار عبدالقیوم خان صدر حکومت آزاد کشمیر، کابینہ کے اجلاس کی صدارت۔

وہ شعر جن کو ہم رسول اللہ کی حمایت میں بیان کرتے ہیں ۔ ان سے تو لوگوں کی بات سمجھ میں آتی ہے لیکن مجرد کر کے

جو ڈاکٹر کا کلام پڑھے گا ۔ وہی گمراہ ہو گا آپ تلاش کر کے دیکھ لیں ۔
جہاں مرضی جا کے دیکھ لیں میں نے ڈاکٹر کے دوستوں کو ۔ رفیقوں کو ۔
اس کی مجلس میں بیٹھنے والوں کو دیکھا ہے کہ وہ گمراہی کی باتیں کرتے
ہیں ۔ روزے نہیں رکھتے ۔ کہتے ہیں ڈاکٹر روزہ نہیں رکھتا تھا ۔ یہ بھی
کہتے ہیں ۔ جی ڈاکٹر نماز شماز نہیں پڑھتا تھا ۔ نماز شماز ذرا ملاحظہ کریں ۔
(جنگ لاہور ۔ ۲ جنوری ۱۹۸۸ء)

سردار قیوم صاحب ہی کا کہنا ہے :۔

" ان (اقبال) کو دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی صورت کوئی سند کی حیثیت حاصل ہے نہ اس کی بے مقصد کوشش کرنی چاہئے ۔ اس سے ان کا مرتبہ کو بڑھانے کی بجائے دراصل گھٹایا جا رہا ہے ۔ جس طرح کسی سپاہی سے کہا جائے کہ آیئے ! جناب جرنیل صاحب ! تو یہ اس کی عزت نہیں ہے بلکہ محض بے عزتی ہے ۔ " (جنگ لاہور ۱۰ مارچ ۱۹۸۸ء)

قارئین کرام ! ہم نے علامہ اقبال کے بارے میں دونوں طبقوں کے نظریات درج کر دیئے ہیں ۔ قارئین ! خود اندازہ فرما لیں کہ علامہ کا اسلام میں روحانی مقام کیا ہے اور مسلمان ' مذہبی معاملات میں علامہ کے عملی نمونہ سے کس حد تک رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں ؟

یہ حدیث موضوع ہے

آخر میں ہم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب امیر تنظیم اسلامی کی اطلاع کے لئے یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ جس حدیث نبویؐ (**ان اللہ یبعث لھذہ ۔ الامتہ ....**) کے مطابق علامہ اقبال کو " میدان تجدید و اصلاح کا شہسوار " قرار دے رہے ہیں ۔ علامہ اسے صحیح حدیث تسلیم ہی نہیں کرتے بلکہ فرماتے ہیں ۔ " یہ حدیث موضوع ہے " (ملفوظات اقبال صفحہ ۶۵)

(احمدیہ وفد ۱۹۵۲ء)

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (اللہ آپ سے راضی ہو) کی ہدایت پر اس وفد نے ۱۷ ر جولائی ۱۹۵۲ء کو کراچی میں وزیر اعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین صاحب سے ملاقات کی اور انہیں ختم نبوت کی تحریک کی حقیقت حال سے آگاہ کیا ۔
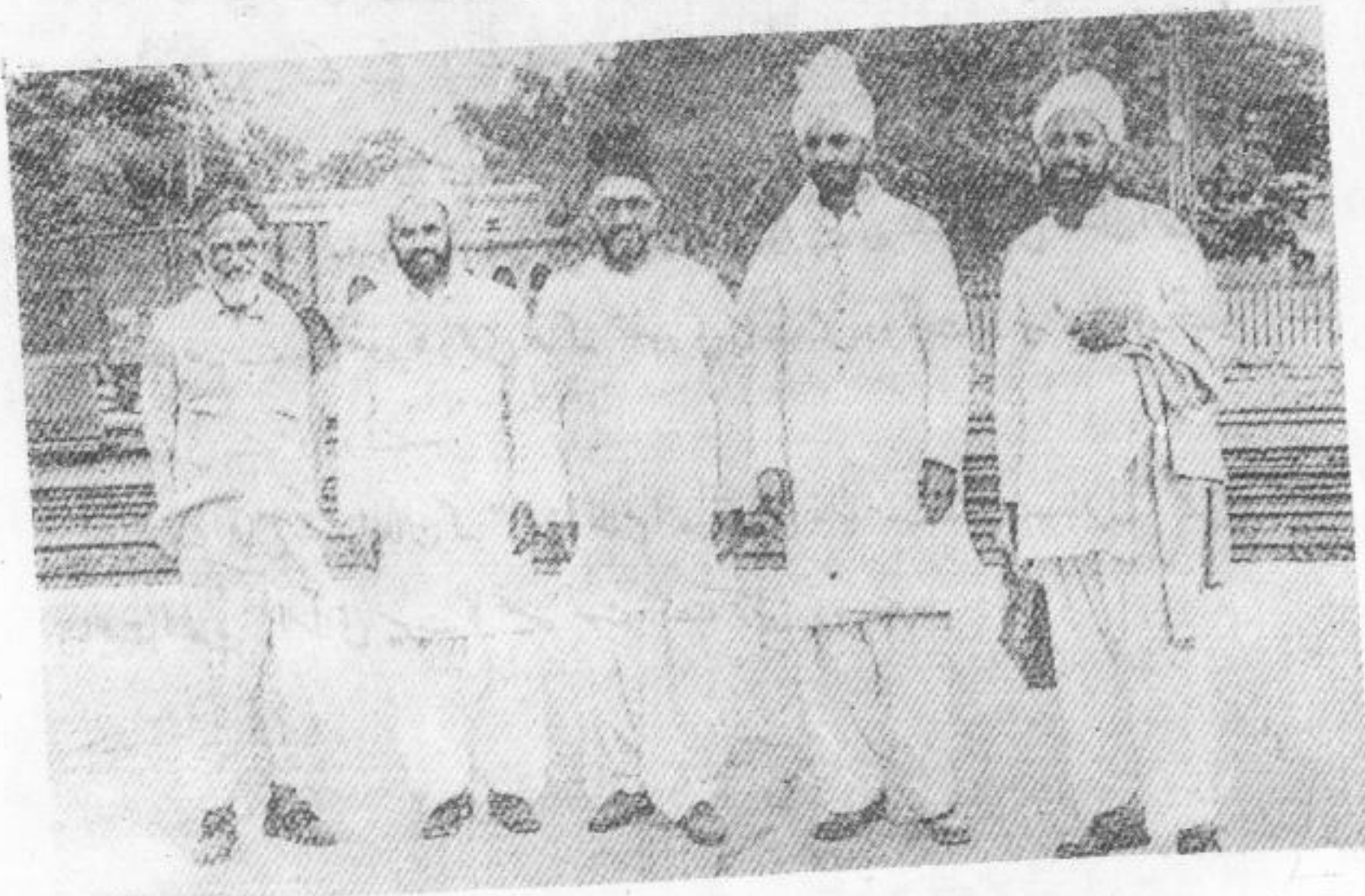
دائیں سے بائیں ۔ مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری مبلغ بلاد عربیہ ۔ ملک عبدالرحمن صاحب خادم ایڈووکیٹ ۔ شیخ بشیر احمد صاحب سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ (زاں بعد جج ہائی کورٹ) ۔ مولانا جلال الدین صاحب شمس مجاہد بلاد عربیہ و انگلستان ۔ مولانا عبدالرحیم درد ایم اے سابق مبلغ انگلستان و ناظر امور خارجہ ربوہ ۔ (جنہوں نے ۱۹۳۳ء) میں قائداعظم کو انگلستان سے ہندوستان واپس جا کر مسلمانوں کی قیادت کرنے پر رضامند کیا تھا)

کار تجدید

قارئین کرام! جس پاک وجود کو اللہ تعالیٰ کار تجدید کے لئے مبعوث فرماتا ہے وہ صدی کے درمیانی وقفہ میں پیدا ہونے والے عقائد و نظریات کے اختلافات میں بطور حکم فیصلہ دیتا ہے ----- اسے قبولیت دعا کا نشان عطا کیا جاتا ہے ----- اسے قرآنی حقائق و معارف عطا کئے جاتے ہیں ----- مکاشفات کا دروازہ اس پر کھولا جاتا ہے ----- اسے ظلی طور پر نور نبوت عطا کیا جاتا ہے ----- وہ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تصویر بن کر دکھلاتا ہے ----- وہ اپنے نفس میں ایک تاثیر اور قوت قدسیہ رکھتا ہے ----- وہ اپنے پیروکاروں کو اپنے پرفیض پروں کے نیچے لے کر ان میں برکت۔ نور اور روحانی معرفت پیدا کرتا ہے اور منقولات کو مشہودات کے پیرایہ میں دکھلاتا ہے۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا پیرا میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی ایک تحریر کا خلاصہ ہے۔ حضور کا دعویٰ تھا کہ حضور کی ذات میں وہ قوت قدسیہ جو "کار تجدید" کے لئے ضروری ہے موجود ہے۔

علامہ اقبال کا یہ اعلان کہ "مرزا غلام احمد قادیانی غالباً سب سے بڑے دینی مفکر ہیں" اور جماعت احمدیہ "اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ" ہے قابل غور ہے۔

قومی اسمبلی میں پیش ہونے والا احمدیہ وفد ۱۹۷۴ء :

(درمیان میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے تیسرے جانشین حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب ایم اے

ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ حکومت میں احمدیوں کو "غیر مسلم" قرار دے دیا گیا۔ (۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء)

امام جماعت احمدیہ نے اسمبلی کے سوال جواب کی کارروائی شائع کرنے کا متعدد بار مطالبہ کیا مگر حکومت آج تک اس کی اشاعت سے خائف ہے۔

جناب الطاف حسین قریشی مدیر "اردو ڈائجسٹ" نے صورت حال کو یوں واضح کیا ہے کہ :-

ذوالفقار علی بھٹو نے یہ اقدام سیاسی فوائد حاصل کرنے کے لئے اٹھایا تھا۔ کچھ باخبر حلقے تو یہاں تک کہتے ہیں کہ قادیانیوں کے خلاف ہنگامہ آرائی کے مواقع مسٹر بھٹو نے ہی فراہم کئے تھے (پرچہ مارچ ۱۹۷۶ء)